



چند اہم مضامین کی فہرست

تفسیر ابن کثیر

- ۶۱۹ • کثرت گناہ تباہی کو دعوت دینا ہے ۵۷۷
- ۶۲۱ • جنات پر قرآن حکیم کا اثر ۵۷۹
- ۶۲۲ • بعثت نبوی ﷺ سے پہلے جنات ۵۸۰
- ۶۲۳ • جنات میں بھی کافر اور مسلمان موجود ہیں ۵۸۱
- ۶۲۶ • آداب سجدہ اور جنات کا اسلام لانا ۵۸۱
- ۶۲۷ • اللہ کے سوا قیامت سب ہوگی کسی کو نہیں معلوم ۵۸۳
- ۶۲۹ • ”مزل“ کا مفہوم ۵۸۴
- ۶۲۹ • رسول اللہ کو قیام اللیل اور ترتیل قرآن کا حکم ۵۸۵
- ۶۳۳ • نبی اکرم ﷺ کی حوصلہ افزائی ۵۸۶
- ۶۳۵ • پیغام نصیحت و عبرت اور قیام اللیل ۵۸۷
- ۶۳۷ • ابتدائے وحی ۵۸۹
- ۶۳۹ • جہنم کی ایک وادی صعود اور ولید بن مغیرہ ۵۹۱
- ۶۴۳ • سخت دل بے رحم فرشتے اور ابو جہل ۵۹۲
- ۶۴۵ • جہنمیوں اور روزنیوں میں گفتگو ہوگی ۵۹۴
- ۶۴۷ • ہم سب اپنے اعمال کا خود آئینہ ہیں ۵۹۵
- ۶۴۹ • حفظ قرآن تلاوت و تفسیر کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ۵۹۹
- ۶۵۱ • جب ہماری روح حلق تک پہنچ جاتی ہے ۶۰۰
- ۶۵۳ • اے انسان اپنے فرائض پہچان ۶۰۰
- ۶۵۵ • زنجیریں طوق اور شعے ۶۰۳
- ۶۵۷ • دائمی خوشگوار موسم اور مسرتوں سے بھر پور زندگی ۶۰۵
- ۶۶۱ • اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا باہم عہد و معاملات ۶۰۸
- ۶۶۲ • فرشتوں اور ہواؤں کی اقسام ۶۱۰
- ۶۶۳ • حسرت و افسوس کا وقت آنے سے پہلے ۶۱۲
- ۶۶۴ • جہنم کے شعلے سیاہ اونٹوں اور دیکھتے تانبے کے ٹکڑوں کی ۶۱۴
- ۶۶۶ • مانند ہوں گے ۶۱۵
- ۶۶۶ • دنیا اور آخرت کے فائدوں کا موازنہ ۶۱۸
- بہتر عمل کی آزمائش کا نام زندگی ہے
- جہنم کا دار و ند سوال کرے گا
- نافرمانی سے خائف ہی مستحق ثواب ہیں
- وہ مغفرت کا لک بھی اور نرفت پر قادر بھی ہے
- رزاق سرف رب قدر ہے
- زمین سے پانی ابلتا بند ہو جائے تو؟
- نون سے کیا مراد ہے؟
- قلم سے کیا مراد ہے
- حضور کا حلیہ مبارک
- زیادہ قسمیں کھانے والے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں
- سیاہ رات اور کئی ہوئی کھیتی
- گنہگار اور نیکو کار دونوں کی جزا کا مختلف ہونا لازم ہے
- سجدہ اس وقت منافقوں کے بس میں نہیں ہوگا
- مصائب سے نجات دلانے والی دعا نظر فال اور شگون
- نظر لگنے کا دم
- آواز کا دم صور اسرافیل
- اللہ کا عرش اٹھانے والے فرشتے
- دانیس ہاتھ اور نامہ اعمال
- ظاہر و باطن آیات الہی
- ہدایت اور شفا قرآن حکیم
- عذاب کے طالب عذاب دیئے جائیں گے
- انسان بے ضمیر، بیشیخ اور نکوس بھی ہے
- مرکز نور و ہدایت سے مغرور انسان
- عذاب سے پہلے نوح علیہ السلام کا قوم سے خطاب
- نوسال صدا بصرہ کے بعد بھی ایک پیغمبرانہ کوشش
- نوح علیہ السلام کی بارگاہ الہی میں رووا غمر

تفسیر سورۃ الملك

مسند احمد میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتی رہے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے وہ سورت تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ الخ ہے۔ ابو داؤد نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن کہتے ہیں۔ تاریخ ابن عساکر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے کا ایک شخص مر گیا جس کے ساتھ کتاب اللہ میں سوائے سورۃ تبارک الذی کے اور کوئی چیز نہ تھی جب اسے دفن کیا گیا اور فرشتہ اس کے پاس آیا تو یہ سورت اس کے سامنے کھڑی ہو گئی فرشتے نے کہا 'تو کتاب اللہ ہے میں تجھے ناراض کرنا نہیں چاہتا' تجھے معلوم ہے کہ تیرے یا اپنے یا اس میت کے کسی نفع نقصان کا مجھے اختیار نہیں اگر تو یہی چاہتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر اس کی سفارش کر چنانچہ یہ سورت اللہ عزوجل کے پاس جائے گی اور کہے گی خدا! تیری کتاب میں سے مجھے فلاں شخص نے سیکھا پڑھا اب کیا تو اسے آگ میں جلانے گا؟ کیا باوجودیکہ میں اس کے سینے میں محفوظ ہوں تو اسے عذاب کرے گا؟ اگر یہی کرنا ہے تو مجھے اپنی کتاب میں سے مٹا ڈال۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس وقت سخت غضبناک ہے یہ کہے گی مجھے حق ہے کہ میں اپنی ناراضی ظاہر کروں پس جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ جا میں نے اسے تجھے دیا اور تیری سفارش قبول کر لی۔ اب یہ سورت اس کے پاس آ جائے گی اور عذاب کے فرشتے کو ہٹا دے گی اور اس کے منہ سے اہنا منہ ملا کر کہے گی اس منہ کو مرھا ہوا یہی میری تلاوت کیا کرتا تھا اس سینے کو صد شاباش ہے اس نے مجھے یاد کر رکھا تھا ان دونوں قدموں کو مبارک باد ہو یہی کھڑے ہو کر راتوں کو میری قرأت کے ساتھ قیام کیا کرتے تھے اور یہ سورت قبر میں اس کی مونس اور غم خوار بن جائے گی اور کوئی درود ہشت اسے نہیں پہنچے دے گی۔ اس حدیث کے سنتے ہی تمام چھوٹے بڑے آزاد اور غلام نے اسے سیکھ لیا اس کا نام رسول اللہ ﷺ نے منجیہ رکھا یعنی نجات دلوانے والی سورت لیکن یہ یاد رہے کہ یہ حدیث بہت ہی منکر ہے اس کے راوی فرات بن سائب کو امام احمد امام یحییٰ بن معین امام بخاری امام ابو حاتم امام دارقطنی وغیرہ ضعیف کہتے ہیں اور دوسری سند سے مروی ہے کہ یہ قول امام زہری کا ہے مرفوع حدیث نہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب 'اثبات عذاب القبر' میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مرفوع بھی بیان کی ہے اور ملوث بھی۔ اس میں بھی جو مضمون ہے وہ اس کی شہادت میں کام دے سکتا ہے۔ ہم نے اسے احکام کبریٰ کی کتاب الجنازہ میں بیان کیا ہے واللہ الحمد۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قرآن کی ایک سورت ہے جس نے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے خدا سے جگہ کر اسے جنت میں داخل کر لیا وہ سورۃ تبارک ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ کسی صحابی نے جنگل میں ایک ڈیرہ لگایا جہاں ایک قبر بھی تھی لیکن اسے علم نہ تھا۔ اس نے سنا کہ کوئی شخص سورۃ ملک پڑھ رہا ہے اور اس نے اسے پوری پڑھی۔ اس نے نبی ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا تو حضور نے فرمایا یہ سورت روکنے والی ہے یہ سورت نجات دلوانے والی ہے جو عذاب قبر سے نجات دلاتی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سونے سے پہلے سورۃ اَلَمْ تَنْزِيلُ الخ اور سورۃ تَبَارَكَ الَّذِي ضرور پڑھ لیا کرتے تھے۔ حضرت طاؤس کی روایت سے ثابت ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی اور سورتوں پر ستر نیکیاں فضیلت رکھتی ہیں۔ طبرانی میں ہے حضور فرماتے ہیں میری دلی فشا ہے کہ یہ سورت میری امت میں سے ہر ایک کے دل میں رہے یعنی سورۃ تبارک۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس کا راوی ابراہیم ضعیف ہے اور اسی جیسی روایت سورۃ یسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ مسند عبد بن حمید ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص سے کہا آ میں تجھے ایک ایسا تختہ دوں کہ تو خوش ہو جائے تَبَارَكَ الَّذِي اَخْلَجَ پڑھا کر اور اسے اپنے اہل و عیال کو اولاد کو گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو سکھایا یہ سورت نجات دلوانے والی اور شفاعت کرنے والی ہے۔ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی طرف سے اللہ سے سفارش کرے گی اور اسے عذاب آگ سے بچالے گی اور عذاب قبر سے بھی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ایک ایک امتی کے دل میں یہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمُوٰتٍ طِبَاقًا مَّا
تَرٰی فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَوُّتٍ فَاَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ
تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ
اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيْرٌ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بہت بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ بادشاہی ہے اور جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ○ جس نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے؟ جو غالب اور بخشنے والا ہے ○ جس نے ساتوں آسمانوں کو اوپر تلے پیدا کیا تو اسے دیکھنے والے اللہ رحمن کی پیدائش میں کوئی بے ضابطگی نہ دیکھے گا ○ دوبارہ نظریں ڈال کر دیکھ لے کیا کوئی شکاف بھی نظر آ رہا ہے؟ پھر دہرا کر دوبارہ دیکھ لے تیری نگاہ تیری طرف ذلیل ہو کر تھکی ہوئی لوٹ آئے گی ○

بہتر عمل کی آزمائش کا نام زندگی ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱-۴) اللہ تعالیٰ اپنی تعریف بیان فرما رہا ہے اور خبر دے رہا ہے کہ تمام مخلوق پر اسی کا قبضہ ہے جو چاہے کرے کوئی اس کے حکموں کو نال نہیں سکتا، اس کے غلبہ اور حکمت اور عدل کی وجہ سے اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں کر سکتا، وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پھر اپنا موت و حیات کا پیدا کرنا بیان کر رہا ہے اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ موت ایک وجودی امر ہے کیونکہ وہ بھی پیدا شدہ ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا تاکہ اچھے اعمال والوں کا امتحان ہو جائے جیسے اور جگہ ہے کَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ اِلٰهًا تَدْعُوْنَ تَكْفُرُوْنَ؟ تم تو مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کر دیا، پس پہلے حال یعنی عدم کو یہاں بھی موت کہا گیا اور اس پیدائش کو حیات کہا گیا، اسی لئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ وہ پھر تمہیں مار ڈالے گا اور پھر زندہ کر دے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ بنی آدم موت کی ذلت میں تھے۔ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے حیات کا گھر بنا دیا پھر موت کا اور آخرت کو جزا کا پھر بقا کا۔ لیکن یہی روایت اور جگہ حضرت قتادہ کا اپنا قول ہونا بیان کی گئی ہے۔

اچھے عمل والا کون؟ ☆ ☆ آزمائش اس امر کی ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اکثر عمل والا نہیں بلکہ بہتر عمل والا وہ باوجود

غالب اور بلند جناب ہونے کے پھر عاصیوں اور سرتاب لوگوں کے لئے جب وہ رجوع کریں اور توبہ کریں، معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے۔ جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ایک پر ایک، گو بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک پر ایک ملا ہوا ہے، لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ درمیان میں جگہ ہے اور ایک دوسرے کے اوپر فاصلہ ہے زیادہ صحیح یہی قول ہے اور حدیث معراج وغیرہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ پروردگار کی مخلوق میں تو کوئی نقصان نہ پائے گا بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ برابر ہے نہ ہیر پھیر ہے نہ مخالفت اور بے ربطگی ہے نہ نقصان اور عیب اور خلل ہے اپنی نظر آسمان کی طرف ڈال اور غور سے دیکھ کہ کہیں کوئی عیب، ٹوٹ پھوٹ، جوڑ توڑ، شکاف و سوراخ دکھائی دیتا ہے؟ پھر بھی اگر شک رہے تو دودفعہ دیکھ لے کوئی نقصان نظر نہ آئے گا، گو تو نے خوب نظریں جما کر نثر کر دیکھا ہو پھر بھی ناممکن ہے کہ تجھے کوئی شکست و ریخت نظر آئے تیری نگاہیں تھک کر اور ناکام ہو کر چینی ہو جائیں گی۔ نقصان کی نفی کر کے اب کمال کا اثبات ہو رہا ہے۔

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا
لِّلشَّيْطَانِ وَاعْتَدْنَا لَهُمُ عَذَابَ السَّعِيرِ ۝

بیشک ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے زینت والا بنادیا اور انہیں شیطانوں کو رجم کرنے والا بنادیا اور شیطانوں کے لئے ہم نے جلنے کا عذاب تیار کر دیا ○

(آیت ۵:) فرمایا آسمان دنیا کو ہم نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے جن میں بعض جلنے پھرنے والے ہیں اور بعض ایک جا شہرے رہنے والے ہیں پھر ان کا ایک اور فائدہ بیان ہو رہا ہے کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے ان میں سے شعلے نکل کر ان پر گرتے ہیں یہ نہیں کہ خود ستارہ ان پر ٹوٹے واللہ اعلم۔ شیاطین کی دنیا میں یہ رسوائی تو دیکھتے ہی ہو آخرت میں بھی ان کے لئے جلانے بھلسانے والا عذاب ہے۔ جیسے سورہ صافات کے شروع میں ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں سے حفاظت میں انہیں رکھا ہے وہ بلند و بالا فرشتوں کی باتیں سن نہیں سکتے اور چاروں طرف سے حملہ کر کے ہانک دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔ اگر کوئی ان میں سے ایک آدھ بات اچک کر لے بھاگتا ہے تو اس کے پیچھے چمکدار تیز شعلہ لپکتا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں ستارے تین فائدوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں آسمان کی زینت، شیطانوں کی مار اور راہ پانے کے نشانات، جس شخص نے اس کے سوا کوئی اور بات تلاش کی اس نے رائے کی پیروی کی اور اپنا صحیح حصہ کھو دیا اور باوجود علم نہ ہونے کے تکلف کیا (ابن جریر اور ابن ابی حاتم)

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَيُسَّ الْمَصِيرُ ۝
إِذَا الْقَوَا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝
تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أَلْقَى فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا
أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا
وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝
وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ
السَّعِيرِ ۝ فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے جو بڑی جگہ ہے ○ جب اس میں یہ ڈالے جائیں گے تو اس کی گدھے کی سی آوازیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی ○ قریب ہے کہ غصے کے مارے پھٹ جائے جب کبھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جاتا ہے اس سے جہنم کے داروغے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہیں آیا ○ وہ جواب دیتے ہیں کہ آیا تو بیشک تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم بہت بڑی گمراہی میں ہی ہو ○ اور کہیں گے کہ اگر ہم سنتے ہوئے یا عقل رکھتے ہوئے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے ○ انہوں نے اپنے جرم کا اقبال کر لیا اب یہ دوزخی دفع ہوں دور ہوں ○

جہنم کا داروغہ سوال کرے گا: ☆ ☆ (آیت: ۶-۱۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے وہ جہنمی ہے اس کا انجام اور جگہ بد سے بد ہے۔ یہ بلند اور مکروہ گدھے کی سی آوازیں مارنے والی اور جوش مارنے والی جہنم ہے جو ان پر جل بھن رہی ہے اور جوش اور غضب سے اس طرح کچ کچا رہی ہے کہ گویا ابھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور دوزخیوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور آخری حجت قائم کرنے اور اقبالی مجرم بنانے کے لئے داروغہ جہنم ان سے پوچھتے ہیں کہ بد نصیبو! کیا خدا کے رسولوں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہ تھا؟ تو یہ ہائے وائے کرتے ہوئے اپنی جانوں کو پیٹتے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ آئے تو تھے لیکن وائے بد نصیبی کہ ہم نے انہیں جھوٹا جانا اور خدا کی کتاب کو بھی نہ مانا اور پیغمبروں کو بے راہ بتایا اب عدل خدا صاف ثابت ہو چکا ہے اور فرمان باری پورا اترتا ہے جو اس نے فرمایا مَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ”ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔“ ایک اور جگہ ارشاد ہے حَتَّىٰ اِذَا جَاءَهُمْ وَهَبًا جہنمی جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور داروغہ جہنم ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ تو کہیں گے ہاں آئے تو تھے اور ڈرا بھی دیا تھا لیکن کافروں پر کلمہ عذاب حق ہو گیا۔ اب اپنے تئیں ملامت کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہمارے کان ہوتے، اگر ہم میں عقل ہوتی تو دھوکے میں نہ پڑتے رہتے اپنے خالق و مالک کے ساتھ کفر نہ کرتے نہ رسولوں کو جھٹلاتے نہ ان کی تابعداری سے منہ موڑتے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تو انہوں نے خود اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ان کے لئے لعنت ہو دوری ہو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لوگ جب تک دنیا میں اپنے آپ میں غور کریں گے اور اپنی برائیوں کو آپ دیکھ لیں گے ہلاک نہ ہوں گے (مسند احمد) اور حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن اس طرح حجت قائم کی جائے گی کہ خود انسان سمجھ لے گا کہ میں دوزخ میں جانے کے ہی قابل ہوں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٦﴾
وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ ﴿٧﴾
بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٨﴾ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿٩﴾
هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا
وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ ۚ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ﴿١٠﴾

بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے غائبانہ طور پر ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور بڑا ثواب ○ تم اپنی باتوں کو چھپاؤ یا ظاہر کر دو تو سینوں کی پوشیدگیوں کو بھی بخوبی جانتا ہے ○ کیا وہ بھی بے علم ہو سکتا ہے جو خالق ہو؟ پھر باریک بین اور باخبر ہو ○ وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کو پست و مطیع کر دیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو اور اللہ کی روزیاں کھاؤ پیاں اسی کی طرف تمہیں جی کاٹھ کھڑا ہوتا ہے ○

نافرمانی سے خائف ہی مستحق ثواب ہیں: ☆☆☆ (آیت: ۱۲-۱۵) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوشخبری دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں گو تنہائی میں ہوں جہاں کسی کی نگاہیں ان پر نہ پڑ سکیں، تاہم خوف خدا سے کسی نافرمانی کے کام کو نہیں کرتے نہ اطاعت و عبادت سے جی چراتے ہیں ان کے گناہ بھی وہ معاف فرمادیتا ہے اور زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمائے گا جیسے صحیحین کی حدیث میں ہے کہ جن سات شخصوں کو جناب باری اپنے عرش کا سایہ اس دن دے گا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں ایک وہ ہے جسے کوئی مال و جمال والی عورت زنا کاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اسے بھی جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ لگے۔ مسند بزار میں ہے کہ صحابہؓ نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ! ہمارے دلوں کی جو کیفیت آپ کے سامنے ہوتی ہے آپ کے بعد وہ نہیں رہتی آپ نے فرمایا یہ بتاؤ رب کے ساتھ تمہارا کیا خیال رہتا ہے؟ جواب دیا کہ ظاہر باطن اللہ ہی کو ہم رب مانتے ہیں۔ فرمایا جاؤ پھر یہ نفاق نہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ تمہاری چھپی کھلی باتوں کا مجھے علم ہے دلوں کے خطروں سے بھی آگاہ ہوں یہ ناممکن ہے کہ جو خالق ہو وہ عالم نہ ہو مخلوق سے خالق بے خبر ہو وہ تو بڑا باریک میں اور بے حد خبر رکھنے والا ہے۔ ازاں بعد اپنی نعت کا اظہار کرتا ہے کہ زمین کو اس نے تمہارے لئے مسخر کر دیا وہ سکون کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے ہل جل کرتے ہیں نقصان نہیں پہنچاتی پہاڑوں کی میخیں اس میں گاڑ دی ہیں پانی کے چشمے اس میں جاری کر دیئے ہیں راستے اس میں مہیا کر دیئے ہیں قسم قسم کے نفع اس میں رکھ دیئے ہیں پھل اور اناج اس میں سے نکل رہا ہے۔ جس جگہ تم جانا چاہو جاسکتے ہو طرح طرح کی لمبی چوڑی سودمند تجارتیں کر رہے ہو تمہاری کوششیں وہ بار آور کرتا ہے اور تمہیں اپنی روزیاں ان اسباب سے دے رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اسباب کے حاصل کرنے کی کوشش تو کل کے خلاف نہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے اگر تم خدا کی ذات پر پورا پورا بھروسہ کرو تو وہ تمہیں اس طرح روزیاں دے جس طرح پرندوں کو دے رہا ہے کہ اپنے گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور آسودہ حال واپس جاتے ہیں پس ان کا صبح شام آنا جانا اور رزق کو تلاش کرنا بھی تو کل میں داخل سمجھا گیا کیونکہ اسباب کا پیدا کرنے والا انہیں آسان کرنے والا وہی خدا ہے اسی کی طرف قیامت کے دن لوٹنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ تو مناکب سے مراد راستے کوٹنے اور ادھر ادھر کی جگہیں لیتے ہیں اور قنادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد پہاڑ ہیں۔ حضرت بشیر بن کعب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنی لوٹنی سے جس سے انہیں اولاد ہوئی تھی فرمایا کہ اگر مناکب کی صحیح تفسیر تم بتا دو تو تم آزاد ہو اس نے کہا مراد اس سے پہاڑ ہیں۔ آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا جواب ملا کہ یہ تفسیر صحیح ہے۔

ءَامِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ الْاَرْضَ فَاِذَا
هِيَ تَمُورُ ۚ اَمْ اَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يُرْسِلَ
عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرٌ ۚ وَلَقَدْ كَذَّبَ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرٌ ۚ اَوَلَمْ يَرَوْا
اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ طَافَتْ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يَمْسِكُهُنَّ اِلَّا
الرَّحْمٰنُ ۚ اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ ۚ

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین جنبش کرنے لگے ○ کیا تمہیں اس بات کا کھٹکا نہیں کہ آسمانوں والا تم پر پتھر برسا دے؟ پھر تو تمہیں معلوم ہو ہی جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا؟ ○ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پس ان پر میرا عذاب کیسا کچھ ہوا؟ ○ کیا یہ اپنے اوپر برکھولے ہوئے اور کبھی کبھی سمیٹے ہوئے اڑنے والے پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ انہیں اللہ رحمن ہی تھا مے ہوئے ہے بے شک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے ○

وہ مغفرت کا مالک بھی اور گرفت پر قادر بھی ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۶-۱۹) ان آیتوں میں بھی خدائے تبارک و تعالیٰ اپنے لطف و رحمت کا بیان فرما رہا ہے کہ لوگوں کے کفر و شرک کی بنا پر وہ طرح طرح کے دنیوی عذابوں پر بھی قادر ہے لیکن اس کا علم اور غور ہے کہ وہ عذاب نہیں کرتا جیسے اور جگہ فرمایا وَلَوْ يُوَاسِعُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهَرِهَا مِنْ ذَاتِهِ یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی برائیوں پر پکڑ لیتا تو روئے زمین پر کسی کو باقی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیتے ہوئے ہے جب ان کا وہ وقت آجائے گا تو خدا ان مجرم بندوں سے آپ سمجھ لے گا۔ یہاں بھی فرمایا کہ زمین ادھر ادھر ہو جاتی اور ہلنے اور کانپنے لگ جاتا اور یہ سارے کے سارے اس میں دھنسا دیئے جاتے یا ان پر ایسی آندھی بھیج دی جاتی جس میں پتھر ہوتے اور ان کے دماغ توڑ دیئے جاتے جیسے اور جگہ ہے اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبُ الْبَرِّ لَعْنَتٌ عَلَيْهِمْ يَوْمَ هُمْ تَدْنُرُ ہو گئے ہو کہ زمین کے کسی کنارے میں تم دھنس جاؤ یا تم پر وہ پتھر برسائے اور وہ کوئی نہ ہو جو تمہاری وکالت کر سکے۔ یہاں بھی فرمان ہے کہ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری دھمکیوں کو اور ڈرانے کو نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ تم آپ دیکھ لو کہ پہلے لوگوں نے بھی نہ مانا اور انکار کر کے میری باتوں کی تکذیب کی تو ان کا کس قدر بڑا اور عبرتناک انجام ہوا۔ تم میری قدرتوں کا روزمرہ کا یہ مشاہدہ کیا نہیں دیکھ رہے کہ پرند تمہارے سروں پر اڑتے پھرتے ہیں۔ کبھی دونوں پروں سے کبھی کسی کوروک کر۔ پھر کیا میرے سوا کوئی اور انہیں تھا مے ہوئے ہے؟ میں نے ہواؤں کو مسخر کر دیا ہے اور یہ معلق اڑتے پھرتے ہیں۔ یہ بھی میرا لطف و کرم اور رحمت و نعمت ہے۔ مخلوقات کی حاجتیں ضرورتیں ان کی اصلاح اور بہتری کا نگراں اور کفیل میں ہی ہوں۔ جیسے اور جگہ فرمایا اَلَمْ يَرْوُ الْوَالِي الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاءِ کیا انہوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان وزمین کے درمیان مسخر ہیں جن کا تھامنے والا بجز ذات باری کے اور کوئی نہیں یقیناً اس میں ایمانداروں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

اٰمَنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ
اِنَّ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ؕ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ
اِنَّ اَمْسَکَ رِزْقَهٗ ؕ بَلْ لَّجُوْا فِیْ عُتُوٍّ وَنُفُوْرٍ ؕ اَفَمَنْ
یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖ اَهْدٰی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ

سوائے اللہ کے تمہارا وہ کون سا لشکر ہے جو تمہاری مدد کر سکے؟ کا فر تو سر اسر دھوکے میں ہیں ○ بتاؤ تو کون ہے جو تمہیں روزیاں دے اگر اللہ اپنی روزی روک لے؟ بلکہ کا فر سرکشی اور بدکنے پر اڑ گئے ہیں ○ اچھا وہ شخص زیادہ ہدایت والا ہے جو اپنے منہ کے بل اور نہا ہو کر چلے یا وہ جو سیدھا پیروں کے بل راہ راست پر چل رہا ہو؟ ○ رزاق صرف رب قدیر ہے: ☆ ☆ (آیت: ۲۰-۲۲) اللہ تعالیٰ مشرکوں کے اس عقیدے کی تردید کر رہا ہے جو وہ خیال رکھتے تھے کہ جن بزرگوں کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد کر سکتے ہیں اور انہیں روزیاں پہنچا سکتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ سوائے خدا کے نہ تو کوئی مدد دے

سکتا ہے نہ روزی پہنچا سکتا ہے نہ بچا سکتا ہے۔ کافروں کا یہ عقیدہ محض ایک دھوکا ہے۔ اگر اب اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری روزیاں روک لے تو پھر کوئی بھی انہیں جاری نہیں کر سکتا۔ دینے لینے پر پیدا کرنے اور فنا کرنے پر رزق دینے اور مدد کرنے پر صرف اللہ عز و جل وحدہ لا شریک لہ کو ہی قدرت ہے۔ یہ لوگ خود اسے دل سے جانتے ہیں تاہم اعمال میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کفار اپنی گمراہی، کج روی، گناہ اور سرکشی میں بہے چلے جاتے ہیں۔ ان کی طبیعتوں میں ضد، تکبر اور حق سے انکار بلکہ حق کی عداوت بیٹھ چکی ہے یہاں تک کہ بھلی باتوں کا سننا بھی نہیں گوارا، انہیں عمل کرنا تو کہاں؟ پھر مومن و کافر کی مثال بیان فرماتا ہے کہ کافر کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص کمر کبڑی کر کے سر جھکائے، نظریں نیچی کئے چلا جا رہا ہے نہ راہ دیکھتا ہے نہ اسے معلوم ہے کہ کہاں جا رہا ہے بلکہ حیران و پریشان راہ بھولا اور ہکا بکا ہے اور مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیدھی راہ پر سیدھا کھڑا ہوا چل رہا ہے راستہ خود صاف اور بالکل سیدھا ہے یہ شخص خود اسے بخوبی جانتا ہے اور برابر صحیح طور پر اچھی چال سے چل رہا ہے۔ یہی حال ان کا قیامت کے دن ہوگا کہ کافر تو اوندھے منہ جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے اور مسلمان عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے جائیں گے۔ جیسے اور جگہ ہے اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوا اِنَّ ظَالِمُوْنَ کُوْا وِرَانٌ جِیْئُوْا کُوْا وِرَانٌ کے ان معبودوں کو جو خدا کے سوا تھے جمع کر کے جہنم کا راستہ دکھا دو۔

مجرموں کا منہ کے بل چلایا جانا: ☆☆ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ حضور کو گ منہ کے بل چلا کر کس طرح حشر کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا جس نے پیروں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ صحیحین میں بھی یہ روایت ہے۔

قُلْ هُوَ الَّذِيْ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ
 قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاكُمْ فِي الْاَرْضِ
 وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
 صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نٰذِيْرٌ
 مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سَيَّئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
 وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُوْنَ ۝

کہہ دے کہ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے ہیں، تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو ○ کہہ دے کہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے ○ کافر پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ظاہر ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتاؤ؟ ○ تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے میں تو صرف کھلے طور پر آگاہ کر دینے والا ہوں ○ جب یہ لوگ اس وعدے کو قریب تر پائیں گے اس وقت ان کافروں کے چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ یہی ہے جسے تم طلب کیا کرتے تھے ○

(آیت: ۲۳-۲۷) خدا وہ ہے جس نے تمہیں پہلی مرتبہ جب کہ تم کچھ نہ تھے پیدا کیا، تمہیں کان، آنکھ اور دل دیئے یعنی عقل و ادراک تم میں پیدا کیا لیکن تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو، یعنی اپنی ان قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں اور اس کی نافرمانیوں سے بچنے میں بہت ہی کم خرچ کرتے ہو۔ خدا ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا، تمہاری زبانیں جدا گانہ تمہارے رنگ روپ جدا گانہ تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف اور تم زمین کے چپہ چپہ پر بسا دیئے گئے پھر اس پر انگدگی اور بکھر نے کے بعد وہ وقت بھی آئے گا کہ تم سب اس

کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے جاؤ گے، اس نے جس طرح تمہیں ادھر ادھر پھیلادیا ہے اسی طرح ایک طرف سمیٹ لے گا اور جس طرح اولاً اس نے تمہیں پیدا کیا دوبارہ تمہیں لوٹائے گا۔

دوبارہ بٹھایا جانا: پھر بیان ہوتا ہے کہ کافر جو مر کر دوبارہ جینے کے قائل نہیں وہ اس دوسری زندگی کو محال اور ناممکن سمجھتے ہیں اس کا بیان سن کر اعتراض کرتے ہیں کہ اچھا پھر وہ وقت کب آئے گا جس کی ہمیں خبر دے رہے ہو اگر سچے ہو تو بتا دو کہ اس پر گندگی کے بعد اجتماع کب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ انہیں جواب دو کہ اس کا علم مجھے نہیں کہ قیامت کب قائم ہوگی اسے تو صرف وہی علام الغیوب جانتا ہے ہاں اتنا مجھے کہا گیا ہے کہ وہ وقت آئے گا ضرور میری حیثیت صرف یہ ہے کہ میں تمہیں خبردار کر دوں اور اس دن کی ہولناکیوں سے مطلع کر دوں میرا فرض صرف تمہیں پہنچا دینا تھا جسے محمد اللہ میں ادا کر چکا۔ پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ جب قیامت قائم ہونے لگے گی اور کفار اسے اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اور معلوم کر لیں گے کہ اب وہ قریب آگئی کیونکہ ہر آنے والی چیز آ کر رہتی ہے گو دیر سویر آئے جب یہ آئے آگئی ہوئی پالیں گے جسے اب تک جھٹلاتے رہے تو انہیں بہت برا لگے گا کیونکہ اپنی غفلت کا نتیجہ سامنے دیکھنے لگیں گے اور قیامت کی ہولناکیاں بدحواس کئے ہوئے ہوں گی آثار سب سامنے ہوں گے اس وقت ان سے بطور ڈانٹ کے اور بطور ذلیل کرنے کے کہا جائے گا یہی ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكْنِي اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابِ إِلِيمٍ ۖ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۖ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ ۖ

تو کہہ اچھا اگر مجھے اور میرے ساتھیوں کو اللہ ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے بہر صورت یہ تو بتاؤ کہ کافروں کو دردناک عذابوں سے کون بچائے گا؟ ○ تو کہہ کہ وہی رحمن ہے ہم تو اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون ہے ○ تو کہہ کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارے پینے کا پانی زمین چوس جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے نھر اہوا جاری پانی لائے؟ ○

۱ زمین سے پانی ابلنا بند ہو جائے تو؟ ☆ ☆ (آیت: ۲۸-۳۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی ان مشرکوں سے کہو جو اللہ کی نعمتوں کا انکار کر رہے ہیں کہ تم جو اس بات کی تمنا میں ہو کہ ہمیں نقصان پہنچے تو فرض کرو کہ ہمیں خدا کی طرف سے نقصان پہنچایا اس نے مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر رحم کیا لیکن اس سے تمہیں کیا؟ صرف اس امر سے تمہارا چھٹکارا تو نہیں ہو سکتا؟ تمہاری نجات کی صورت یہ تو نہیں نجات تو موقوف ہے تو بکہرنے پر اللہ کی طرف جھکنے پر اس کے دین کو مان لینے پر ہمارے بچاؤ یا ہلاکت پر تمہاری نجات نہیں۔ تم ہمارا خیال چھوڑ کر اپنی بخشش کی صورت تلاش کرو۔ پھر فرمایا ہم رب العالمین رحمن ورحیم پر ایمان لائے اپنے تمام امور میں ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی پاک ذات پر ہے۔ جیسے ارشاد ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر اب تم عنقریب جان لو گے کہ دنیا اور آخرت میں فلاح و بہبود کے ملتی ہے اور نقصان و خسران میں کون پڑتا ہے؟ رب کی رحمت کس پر ہے؟ اور ہدایت پر کون ہے؟ خدا کا غضب کس پر ہے؟ اور بری راہ پر

کون ہے؟ پھر فرماتا ہے اگر اس پانی کو جس کے پینے پر انسانی زندگی کا مدار ہے زمین چوس لے یعنی زمین سے نکلے ہی نہیں گوتم کھودتے کھودتے تھک جاؤ تو سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی ہے جو بہنے والا اگلنے والا اور جاری ہونے والا پانی تمہیں دے سکے؟ یعنی اللہ کے سوا اس پر قار کوئی نہیں وہی ہے جو اپنے فضل و کرم سے پاک صاف نھرے ہوئے اور صاف پانی کو زمین پر جاری کرتا ہے جو ادھر سے ادھر تک پھر جاتا ہے اور بندوں کی حاجتوں کو پوری کرتا ہے ضرورت کے مطابق ہر جگہ بہ آسانی مہیا ہو جاتا ہے۔ فالحمد للہ۔ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے سورۃ ملک کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ (حدیث میں ہے کہ اس آیت کے جواب میں اللہ رب العلمین کہنا جائے۔ مترجم)

تفسیر سورۃ القلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ﴿۱﴾ مَا أَنْتَ بِمُجْنُونٍ ﴿۲﴾
وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ﴿۳﴾ شَهِدْنَاكَ لَعَلَّيْ خُلِقَ عَظِيمٍ ﴿۴﴾
فَسَتَبْصُرُ وَيُبْصِرُونَ ﴿۵﴾ بِأَيِّكُمْ الْمَفْتُونُ ﴿۶﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ
بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۷﴾

اللہ رحیم ورحمان کے نام سے شروع

قسم ہے قلم کی اور اس کی جو لکھتے ہیں ○ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ○ بیشک تیرے لئے بے انتہا ثواب ہے ○ اور بے شک تو بہت بڑے اخلاق پر ہے ○ پس اب تو بھی دیکھ لے گا اور یہ بھی دیکھ لیں گے ○ کہ تم میں سے مجنون کون ہے؟ ○ بیشک تیرا رب اپنی راہ سے نکلنے والوں کو خوب جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں کو بھی بخوبی جانتا ہے ○

نون سے کیا مراد ہے؟ ☆ ☆ (آیت: ۱-۷) نون وغیرہ جیسے حروف ہجا کا مفصل بیان سورۃ بقرہ کے شروع میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں کہا گیا ہے کہ یہاں نون سے مراد وہ بڑی مچھلی ہے جو ایک محیط عالم پانی پر ہے جو ساتوں زمینوں کو اٹھائے ہوئے ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ ڈال، پس اس دن سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس پر قلم جاری ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی پیدا کی اور پانی کے بخارات بلند کئے جس سے آسمان بنے اور زمین کو اس مچھلی کی پیٹھ پر رکھا، مچھلی نے حرکت کی جس سے زمین بھی ہلنے لگی پس زمین پر پہاڑ گاڑ کر اسے مضبوط اور ساکن کر دیا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (ابن ابی حاتم) مطلب یہ ہے کہ یہاں نون سے مراد یہ مچھلی ہے۔

طبرانی میں مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو اور مچھلی کو پیدا کیا، قلم نے دریافت کیا میں کیا لکھوں؟ حکم ہوا ہر وہ چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے پھر آپ نے پہلی آیت کی تلاوت کی۔ پس نون سے مراد یہ مچھلی ہے اور قلم سے مراد یہ قلم ہے۔ ابن عساکر کی حدیث میں ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون یعنی دوات کو پھر قلم سے فرمایا لکھ اس نے پوچھا کیا؟ فرمایا جو ہر ماہ اور جو ہونے والا ہے۔ عمل رزق، عمر، موت وغیرہ پس قلم نے سب کچھ لکھ لیا یہی مراد ہے اس آیت میں۔ پھر قلم پر مہر لگا دی اب وہ قیامت تک نہ چلے گا پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم! اپنے دوستوں میں تو میں تجھے کمال تک پہنچاؤں گا اور اپنے دشمنوں میں تجھے ناقص

رکھوں گا۔ مجاہد فرماتے ہیں یہ مشہور تھا کہ نون سے مراد وہ مچھلی ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ بغوی وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کی پیٹھ پر ایک چٹان ہے جس کی موٹائی آسمان و زمین کے برابر ہے اس پر ایک تیل ہے جس کے چالیس ہزار سینک ہیں اس کی پیٹھ پر ساتویں زمینیں اور ان پر تمام مخلوق ہے واللہ اعلم۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ ان بعض مفسرین نے اس حدیث کو بھی انہی معانی پر محمول کیا ہے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ آگئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور بہت کچھ سوالات کئے۔ کہا کہ میں وہ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں جنہیں نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ بتلائیے قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ کبھی بچہ اپنے باپ کی طرف کھینچتا ہے کبھی ماں کی طرف؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ باتیں ابھی ابھی جبریل نے مجھے بتا دیں۔ ابن سلام کہنے لگے فرشتوں میں سے یہی فرشتہ ہے جو یہودیوں کا دشمن ہے آپ نے فرمایا سنو قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ کا ٹکنا ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی بلیبی کی زیادتی ہے اور اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر سابق آ جائے تو لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کر جائے تو وہی کھینچ لیتی ہے۔

دوسری حدیث میں اتنی زیادتی ہے کہ پوچھا جنتیوں کے اس کھانے کے بعد انہیں کیا ملے گا فرمایا جنتی تیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرتا چلتا رہا تھا۔ پوچھا انہیں پانی کون سا ملے گا؟ فرمایا سلیمان نامی نہر کا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مردان سے نور کی تختی ہے۔ ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد نور کی تختی اور نور کا قلم ہے جو قیامت تک کے احوال پر چل چکا ہے۔ ابن جریج فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ نورانی قلم سو سال کی طولانی رکھتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کن سے مراد دوات ہے اور قلم سے مراد قلم ہے۔ حسنؒ اور قتادہؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی یہ مروی ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ نے نون کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا پھر فرمایا لکھ اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ فرمایا جو قیامت تک ہونے والا ہے اعمال خواہ نیک ہوں خواہ بد روزی خواہ حلال ہو خواہ حرام پھر یہ بھی کہ کون سی چیز دنیا میں کب جائے گی؟ کس قدر رہے گی؟ کیسے نکلے گی؟ پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر محافظ فرشتے مقرر کئے اور کتاب پر داروغے مقرر کئے۔ حافظ فرشتے ہر دن ان کے عمل خازن فرشتوں سے دریافت کر کے لکھ لیتے ہیں جب رزق ختم ہو جاتا ہے عمر پوری ہو جاتی ہے اجل آ پہنچتی ہے تو حافظ فرشتے داروغہ فرشتوں کے پاس آ کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ آج کے دن کا کیا سامان ہے؟ وہ کہتے ہیں بس اس شخص کے لئے ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا۔ یہ سن کر یہ فرشتے نیچے اترتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر گیا۔ اس بیان کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم تو عرب ہو کیا تم نے قرآن میں حافظ فرشتوں کی بابت یہ نہیں پڑھا اِنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے اعمال کو اصل سے نقل کر لیا کرتے تھے۔

قلم سے کیا مراد ہے؟ ☆☆ یہ تو تھا لفظان کے متعلق بیان اب قلم کی نسبت سنئے۔ بہ ظاہر مراد یہاں عام قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے جیسے اور جبکہ فرمان عالیشان ہے اَلَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ یعنی اس اللہ نے قلم سے لکھنا سکھایا پس اس کی قسم کھا کر اس بات پر آگاہی کی جاتی ہے کہ مخلوق پر میری ایک نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے انہیں لکھنا سکھایا جس سے علوم تک ان کے رسائی ہو سکے۔ اس لئے اس کے بعد فرمایا وَمَا يَسْطُرُونَ یعنی اس چیز کی قسم جو لکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر یہ بھی مروی ہے کہ اس چیز کی جو جانتے ہیں۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد اس سے فرشتوں کا لکھنا ہے جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں اور دیگر مفسرین کہتے ہیں مراد اس سے وہ قلم ہے جو قدرتی طور پر چلا اور تقدیریں لکھیں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اور اس قول کی دلیل میں یہ جماعت وہ حدیثیں وارد کرتی ہے جو قلم کے ذکر میں مروی ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر لکھا گیا۔ نبی دیوانہ نہیں ہوتا: ☆☆ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! تو بحمد اللہ دیوانہ نہیں جیسے کہ تیری قوم کے جاہل منکرین حق کہتے ہیں بلکہ تیرے لئے اجر عظیم ہے اور ثواب بے پایاں ہے جو نہ ختم ہو نہ ٹوٹے نہ کٹے کیونکہ تو نے حق رسالت ادا کر دیا ہے اور ہماری راہ میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلی ہیں۔ ہم تجھے بے حساب بدلہ دیں گے تو بہت بڑے خلق پر ہے یعنی دین اسلام پر اور بہترین ادب پر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اخلاق نبوی کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ سعیدؒ فرماتے ہیں یعنی جیسے کہ قرآن میں ہے ایک در حدیث میں ہے کہ صدیقؓ نے پوچھا کہ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟ سائل حضرت سعید بن ہشام نے کہا ہاں پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا بس تو آپ کا خلق قرآن کریم تھا۔ مسلم میں یہ حدیث پوری پوری ہے جسے ہم سورہ مزمل کی تفسیر میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

خلق رسول: ☆☆ بنو سواد کے ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے یہی فرما کر پھر آیت وانک لعلی خلق عظیم پڑھی۔ اس نے کہا کوئی ایک آدھ واقعہ تو بیان کیجئے؟ مائی صاحبہ نے فرمایا سنو! ایک مرتبہ میں نے بھی آپ کے لئے کھانا پکایا اور حضرت حفصہؓ نے بھی میں نے اپنی لونڈی سے کہا دیکھ اگر میرے کھانے سے پہلے حضرت حفصہؓ کے ہاں کا کھانا آجائے تو تو گرا دینا چنانچہ اس نے یہی کیا اور برتن بھی ٹوٹ گیا۔ حضورؐ بکھرے ہوئے کھانے کو میٹھے لگے اور فرمایا اس برتن کے بدلے ثابت برتن تم دو۔ واللہ اور کچھ ڈانٹاؤ پانا نہیں (مسند احمد)

مطلب اس حدیث کا جو کئی طریق سے مختلف الفاظ میں کئی کتابوں میں ہے یہ ہے کہ ایک تو آپ کی جبلت اور پیدائش میں ہی رب العالمین نے پسندیدہ اخلاق، بہترین خصلتیں اور پاکیزہ عادتیں رکھی تھیں اس پر آپ کا عمل قرآن کریم پر ایسا تھا کہ گویا احکام قرآن کا مجسم عملی نمونہ آپ ہیں ہر حکم کو بجالانے اور ہر نہی سے رک جانے میں آپ کی حالت یہ تھی کہ گویا قرآن میں جو کچھ ہے وہ آپ کی عادتوں اور آپ کے کریمانہ اخلاق کا بیان ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی لیکن کسی دن اف تک نہیں کہا، کسی کرنے کے کام کو نہ کروں یا نہ کرنے کے کام کو کر گزروں تو بھی ڈانٹ ڈپٹ تو کجا اتنا بھی نہ فرماتے کہ ایسا کیوں ہوا؟

حضورؐ کا حلیہ مبارک: ☆☆ حضورؐ سب سے زیادہ خوش خلق تھے۔ حضورؐ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم نہ تو ریشم ہے نہ کوئی اور چیز، حضورؐ کے پسینہ سے زیادہ خوشبو والی چیز میں نے تو کوئی نہیں سونگھی نہ مشک اور نہ عطر (صحیحین) صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت براءؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے آپ کا قد نہ تو بہت لانا تھا نہ آپ پست قامت تھے اس بارے میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں۔ شائل ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے نہ تو کبھی کسی خادم یا غلام کو مارا نہ بیوی بچوں کو نہ کسی اور کو ہاں اللہ کی راہ کا جہاد الگ چیز ہے۔ جب کبھی دو کاموں میں آپ کو اختیار دیا جاتا تو آپ اسے پسند کرتے جو زیادہ آسان ہوتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس میں کچھ گناہ ہو تو آپ اس سے بہت دور ہو جاتے کبھی بھی حضورؐ نے اپنا بدلہ کسی سے نہیں لیا

ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی خدا کی حرماتوں کو توڑتا ہو تو آپ خدا کے احکام جاری کرنے کے لئے ضرور انتقام لیتے۔ مسند احمد میں ہے حضور ارشاد فرماتے ہیں میں بہترین اخلاق اور پاکیزہ ترین عادتوں کو پورا کرنے کے لئے آیا ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! آپ اور آپ کے مخالف اور منکر ابھی ابھی جان لیں گے کہ دراصل بہکا ہوا اور گمراہ کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے سَيَعْلَمُونَ عَذَابُ الْكَذَّابِ الْآبِشْرُ انہیں ابھی کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور شنی باز کون تھا؟ جیسے اور جگہ ہے وَآنَا أَوْيَاكُمْ لَعَلِّي هُذًى أَوْ فِى ضَلَالٍ مُّبِينٍ ہم یا تم ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی پر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یعنی یہ حقیقت قیامت کے دن کھل جائے گی۔ آپ سے مروی ہے کہ مفتون مجنون کو کہتے ہیں مجاہد وغیرہ کا بھی یہی قول ہے قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں یعنی کون شیطان سے نزدیک تر ہے؟ مفتون کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جو حق سے بہک جائے اور گمراہ ہو جائے۔ اَيْكُمْ پر باء کو اس لئے داخل کیا گیا ہے کہ دلالت ہو جائے کہ فَسْتَبْصُرُ وَيُبْصِرُونَ میں تضمین فعل ہے تو تقدیری عبارت کو ملا کر ترجمہ یوں ہو جائے گا کہ تو بھی اور وہ بھی عنقریب جان لیں گے اور تو بھی اور وہ سب بھی بہت جلدی مفتون کی خبر دے دیں گے واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کہ تم میں سے بہکنے والے اور راہ راست والے سب خدا پر ظاہر ہیں اسے خوب معلوم ہے کہ راہ راست سے کس کا قدم پھسل گیا ہے۔

فَلَا تَطْعَمُ الْمَكْذِبِينَ ۝ وَذَوَا لَوْ تَدْهِنُ فَيَذْهَبُونَ ۝ وَلَا تَطْعَمُ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٌ مَّشَاءٌ بِنَمِيمٍ ۝ مَنَاعٌ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ آثِمٍ ۝ عَثَلٌ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ ۝ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝

ہاں تو جھٹلانے والوں کی نہ مان ۝ وہ تو چاہتے ہیں کہ تو سستی کرے تو یہ بھی ذلیل پڑ جائیں ۝ اور تو کسی ایسے شخص کا بھی کہانہ ماننا جو زیادہ قسمیں کھانے والا ہے وہ قار ۝ کینہ عیب گو چغل خور ۝ بھلائی سے روکنے والا حد سے بڑھ جانے والا گناہ گار ۝ گردن کش پھر ساتھ ہی مشہور بدنام ہو ۝ اس کی سرکشی صرف اس لئے ہے کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے ۝ جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہہ دیتا ہے کہ یہ تو انگوٹھ کے قصبے ہیں ۝ ہم بھی اس کی ناک پر داغ دیں گے ۝

زیادہ قسمیں کھانے والے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۸-۱۶) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی! جو نعمتیں ہم نے تجھے دیں جو صراطِ مستقیم اور خلقِ عظیم ہم نے تجھے عطا فرمایا اب تجھے چاہئے کہ ہماری نہ ماننے والوں کو تو نہ مان ان کی تو عین خوشی ہے کہ آپ ذرا بھی نرم پڑیں تو یہ کھل کھیلیں اور یہ بھی مطلب ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودانِ باطل کی طرف کچھ تورخ کریں حق سے ذرا سا توادھر ادھر ہو جائیں۔ پھر فرماتا ہے کہ زیادہ قسمیں کھانے والے کینے شخص کی بھی نہ مان چونکہ جھوٹے شخص کو اپنی ذلت اور کذب بیانی کے ظاہر ہو جانے کا ڈر رہتا ہے اس لئے وہ قسمیں کھا کھا کر دوسرے کو اپنا یقین دلانا چاہتا ہے دھبا دھب قسموں پر قسمیں کھائے چلا جاتا ہے اور خدا کے ناموں کو بے موقع استعمال کرتا پھرتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مہین سے مراد کاذب ہے۔ مجاہد کہتے ہیں ضعیف دل والا حسن کہتے ہیں حلاف مکابرہ کرنے والا اور مہین ضعیف ہماز غیبت کرنے والا چغل خور جو ادھر کی ادھر لگائے اور ادھر کی ادھر تا کہ فساد ہو جائے طبعیتوں میں بل اور دل میں بیر آ جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے راستے میں دو قبریں آ گئیں آپ نے فرمایا ”ان دونوں

کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے امر پر نہیں ایک تو پیشاب کرنے میں پردے کا خیال نہ رکھتا تھا، دوسرا چغل خور تھا۔‘ (بخاری مسلم) فرماتے ہیں چغل خور جنت میں نہ جائے گا (مسند) دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت سنائی تھی جب آپ سے کہا گیا کہ یہ شخص خفیہ پولیس کا آدمی ہے۔

سب سے بہتر اور سب سے برتر شخص: ☆☆ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے بھلا شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیے فرمایا وہ کہ جب انہیں دیکھا جائے خدا یاد آ جائے اور سن لو سب سے بدتر شخص وہ ہے جو چغل خور ہو دوستوں میں فساد ڈالوانے والا ہو پاک صاف لوگوں کو تہمت لگانے والا ہو۔ ترمذی میں بھی یہ روایت ہے پھر ان بدلوگوں کے ناپاک خصائل بیان ہو رہے ہیں کہ بھلائیوں سے باز رہنے والا اور بازار کھنے والا ہے حلال چیزوں اور حلال کاموں سے ہٹ کر حرام خوری اور حرام کاری میں پڑتا ہے۔ گنہگار بدکردار، محرمات کو استعمال کرنے والا بدخوب، گوجر جمع کرنے والا اور نہ دینے والا ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا جتنی لوگ گرے پڑے عاجز و ضعیف ہیں جو خدا کے ہاں اس بلند مرتبہ پر ہیں کہ اگر وہ قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ پوری کر دے اور جنہی لوگ سرکش متکبر اور خود بین ہوتے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے جمع کرنے والے اور نہ دینے والے بدگو اور سخت خلق۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ سے پوچھا گیا هتل زینم کون ہے؟ فرمایا بد خلق، خوب کھانے پینے والا، لوگوں پر ظلم کرنے والا پیٹو آدمی۔ لیکن اس روایت کو اکثر راویوں نے مرسل بیان کیا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے اس نالائق شخص پر آسمان روتا ہے جسے خدا نے تندرستی دی، پیٹ بھر کھانے کو دیا، مال و جاہ بھی عطا فرمایا پھر بھی لوگوں پر ظلم و ستم کر رہا ہے۔ یہ حدیث بھی دوسرے طریقوں سے مروی ہے۔ غرض عتل کہتے ہیں جس کا بدن صحیح ہو طاقور ہو اور خوب کھانے پینے والا زوردار شخص ہو۔ زینم سے مراد بدنام ہے جو برائی میں مشہور ہو۔ لغت عرب میں زینم اسے کہتے ہیں جو کسی قوم میں سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو۔ عرب شاعروں نے اسے اسی معنی میں باندھا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو۔ کہا گیا ہے کہ مراد اس سے اخس بن شریق ثقفی ہے جو بنو ہرہ کا حلیف تھا اور بعض کہتے ہیں یہ اسود بن عبد یغوث زہری ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں ولہ الزنا مراد ہے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ جس طرح ایک بکری جو تمام بکریوں میں سے الگ تھلک اپنا چراہوا کاں اپنی گردن پر لٹکائے ہوئے ہو تو یہ یک نگاہ پہچان لی جاتی ہے اسی طرح کافر مومنوں میں پہچان لیا جاتا ہے۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن خلاصہ سب کا صرف اسی قدر ہے کہ زینم وہ شخص ہے جو برائی سے مشہور ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب کا اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا ایسوں پر شیطان کا غلبہ بہت زیادہ رہا کرتا ہے۔ جیسے حدیث میں ہے زنا کی اولاد جنت میں نہیں جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ زنا کی اولاد دین برے لوگوں کی برائی کا مجموعہ ہے اگر وہ بھی اپنے ماں باپ کے سے کام کرے۔

پھر فرمایا اس کی ان شراوتوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ مالدار اور بیٹوں کا باپ بن گیا ہے ہماری اس نعمت کا گن گانا تو کہاں ہماری آیتوں کو جھٹلاتا ہے اور توہین کر کے کہتا پھرتا ہے کہ یہ تو پرانے افسانے ہیں اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا مجھے چھوڑ دے اور اسے جسے میں نے یکنا پیدا کیا ہے اور بہت سامال دیا ہے اور حاضر باش لڑکے دیئے ہیں اور بھی بہت کشادگی دے رکھی ہے پھر بھی اس کی طمع ہے کہ میں اسے اور دوں ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو میری آیتوں کا مخالف ہے، میں اسے عقرب بدترین مصیبت میں ڈالوں گا، اس نے غور و فکر کر کے اندازہ لگایا یہ تباہ ہو کتنی بری تجویز اس نے سوچی؟ میں پھر کہتا ہوں یہ برباد ہو اس نے کیسی بری تجویز اس نے سوچی پھر نظر ڈالی اور ترش رو ہو کر منہ بنالیا پھر منہ پھیر کر اٹھنے لگا اور کہہ دیا کہ یہ کلام اللہ تو پرانا نقل کیا ہوا جادو ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ انسانی کلام ہے اس کی اس بات پر میں بھی اسے سقر میں ڈالوں گا، تجھے کیا معلوم کہ سقر کیا ہے؟ نہ وہ باقی رکھے نہ چھوڑے نہ پنڈے پر لیٹ جاتی ہے اس پر انہیں

فرشتے متعین ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ اس کی ناک پر ہم داغ لگائیں گے یعنی اسے ہم اس قدر رسوا کریں گے کہ اس کی برائی کسی پر پوشیدہ نہ رہے، ہر ایک اسے جان پہچان لے جیسے نشاندار ناک والے کو بہ یک نگاہ ہزاروں میں لوگ پہچان لیتے ہیں اور جو داغ چھپائے نہ چھپ سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بدرِ والے دن اس کی ناک پر تلوار لگے گی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیامت والے دن جہنم کی مہر لگے گی یعنی منہ کالا کر دیا جائے گا۔ تو ناک سے مراد پورا چہرہ ہوا۔ امام ابو جعفر ابن جریر نے ان تمام اقوال کو وارد کر کے فرمایا ہے کہ ان سب میں قطیعی اس طرح ہو جاتی ہے کہ یہ کل امور اس میں جمع ہو جائیں یہ بھی ہو وہ بھی ہو دنیا میں بھی رسوا ہو سچ ناک پر نشان لگے آخرت میں بھی نشاندار مجرم بنے۔ فی الواقع یہ ہے بہت درست۔ ابن ابی حاتم میں فرمان رسول ہے کہ بندہ ہزار ہا پھر ہزار ہا برس تک خدا کے ہاں مومن لکھا رہتا ہے لیکن مرتا اس حالت میں ہے کہ خدا اس پر ناراض ہوتا ہے اور بندہ خدا کے ہاں کافر ہزار ہا سال تک لکھا رہتا ہے پھر مرتے وقت خدا اس سے خوش ہو جاتا ہے جو شخص عیب گوئی اور چغل خوری کی حالت میں مرے جو لوگوں کو بدنام کرنے والا ہو قیامت کے دن اس کی ناک پر دونوں ہونٹوں کی طرف سے نشان لگا دیا جائے جو اس مجرم کی علامت بن جائے گا۔

اِنَّ اَبْلَوْهُمُ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اِذَا اَقْسَمُوا لِيَصْرِي
مَنْهَا مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا يَسْتَنْتُونَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ
مِّنْ رَبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ فَاصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ فَتَنَادَوْا
مُصْبِحِينَ ۝ اِنِ اعْتَدُوا عَلٰی حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِينَ ۝
فَاَنْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ۝ اِنْ لَا يَدْخُلْنَهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ
مَسْكِيْنَ ۝ وَاعْتَدُوا عَلٰی حَرْثِ قَدِرٍ ۝

بیگم ہم نے انہیں اسی طرح آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جب کہ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح ہوتے ہی اس باغ کا پھل اتار لیں گے ○ اور ان شاء اللہ نہ کہا ○ پس اس پر تیرے رب کی جانب سے ایک بلا جو طرف کھوم گئی اور یہ سوتے ہی رہے تھے ○ پس وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کئی ہوئی کھیتی ○ اب صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں کہ ○ اگر تمہیں پھل اتارنے ہیں تو اپنی کھیتی پر سویرے ہی سویرے چلو ○ پھر یہ سب چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے ○ اس خوف سے کہ آج کے دن کوئی مسکین تمہارے پاس نہ آ جائے ○ اور لپکے ہوئے صبح ہی صبح پہنچ گئے، سمجھ رہے تھے کہ ہم قابو پا گئے ○

سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی ☆ ☆ (آیت: ۱۷-۲۵) یہاں ان کافروں کی جو حضور کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے مثال بیان ہو رہی ہے کہ جس طرح یہ باغ والے تھے کہ خدا کی نعمت کی ناشکری کی اور خدا کے عذابوں میں اپنے تئیں ڈال دیا یہی حالت ان کافروں کی ہے کہ خدا کی نعمت یعنی حضور کی پیغمبری کی ناشکری یعنی انکار نے انہیں بھی خدا کی ناراضگی کا مستحق کر دیا ہے تو فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بھی آزمایا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا، جس باغ میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے ان لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ صبح سے پہلے ہی پہلے رات کے وقت پھل اتار لیں گے تاکہ فقیروں مسکینوں اور سانکوں کو پتہ نہ چلے جو وہ آکھڑے ہوں اور ہمیں ان کو بھی دینا پڑے بلکہ کل پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے اپنی اس تدبیر کی کامیابی پر انہیں غرور تھا اور اس خوشی میں پھولے ہوئے تھے یہاں تک کہ خدا کو بھی بھول گئے ان شاء اللہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا اس لئے ان کی یہ قسم پوری نہ ہوئی۔ رات ہی رات میں ان کے پہنچنے سے پہلے آسمانی

آفت نے سارے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا، ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کئی ہوئی کھیتی - اسی لئے حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو گناہوں سے بچو، گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کر دی گئی ہے پھر حضور نے ان دو آیتوں کی تلاوت کی کہ یہ لوگ پہ سبب اپنے گناہ کے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے بے نصیب ہو گئے (ابن ابی حاتم) صبح کے وقت یہ آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ لگاؤ، سویرے ہی چل پڑو۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ باغ انگور کا تھا اب یہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ کوئی سن نہ لے اور غریب غرباء کو پتہ نہ لگ جائے چونکہ ان کی سرگوشیاں اس اللہ سے تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں جو دلی ارادوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے وہ بیان فرماتا ہے کہ ان کی وہ خفیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار ہو کوئی مسکین بھنگ پا کر کہیں آج آ نہ جائے ہرگز کسی فقیر کو باغ میں گھسنے ہی نہ دینا، اب قوت و شدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باغ کو چلے - سدیٰ فرماتے ہیں حردان کی بستی کا نام تھا لیکن یہ کچھ زیادہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا یہ جانتے تھے کہ اب ہم پھلوں پر قابض ہیں ابھی اتار کر سب لے آئیں گے۔

فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ۝۱۵ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝۱۶ قَالَ
أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۝۱۷ قَالُوا
سُبِّحَنَ رَبُّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝۱۸ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ
يَتَلَاوَمُونَ ۝۱۹ قَالُوا يَٰوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝۲۰ عَسَىٰ رَبُّنَا
أَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ۝۲۱ كَذَلِكَ
الْعَذَابُ وَلِلْعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝۲۲

جب انہوں نے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے یقیناً ہم راستہ بھول گئے ○ نہیں نہیں بلکہ ہماری قسمت چوٹ گئی ○ ان سب میں جو بہتر تھا اس نے کہا کہ میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم اللہ کی پاکیزگی کیوں بیان نہیں کرتے؟ ○ تو سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم ظالم ہیں ○ اب ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے آپس میں ملاطمت کرنے لگے ○ کہنے لگے ہائے افسوس یقیناً ہم سرکش تھے ○ کیا عجب کہ ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے ہم اپنے رب سے ہی آرزو رکھتے ہیں ○ یونہی آتی ہے آفت اور آخرت کی آفت بہت بری ہے کاش کہ انہیں سمجھ ہوتی ○

(آیت ۲۶-۳۳) لیکن جب وہاں پہنچے تو بکے بکے ہو گئے، دیکھتے ہیں کہ لہلہاتا ہوا ہرا ہرا باغ میوؤں سے لدے ہوئے درخت اور کپکے ہوئے پھل سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں، سارے باغ میں آندھی پھر گئی ہے اور کل باغ میوؤں سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا ہے کوئی پھل آدمی کے دام کا بھی نہیں رہا ساری تروتازگی، ہوسٹ سے بدل گئی ہے باغ سارا کا سارا جل کر راکھ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ڈراوئے ٹھنڈے کھڑے ہوئے ہیں تو پہلے تو سمجھے کہ ہم راہ بھول گئے کسی اور باغ میں چلے آئے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا جس کا یہ نتیجہ ہے پھر بغور دیکھنے سے جب یقین ہو گیا کہ باغ تو یہ ہمارا ہی ہے تب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن ہم بد قسمت ہیں ہمارے نصیب میں ہی اس کا پھل اور فائدہ نہیں - ان سب میں جو عدل و انصاف والا اور بھلائی اور بہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم ان شاء اللہ کیوں نہیں کہتے - سدیٰ فرماتے ہیں ان کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا بھی ان شاء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں اس کے معنی ہی ان شاء اللہ کہنے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے بہتر شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم کیوں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور اس کی حمد و ثناء نہیں کرتے؟ یہ سن کر اب وہ کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اب اطاعت بجالائے جبکہ عذاب پہنچ چکا۔ اب اپنی تفسیر کو مانا جب سزا دے دی گئی، اب تو ایک دوسروں کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور اللہ تعالیٰ فرمانبرداری سے رک گئے۔ پھر سمجھوں نے کہا کہ کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی اسی وجہ سے خدائی عذاب آیا، پھر کہتے ہیں شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر بدلہ دے یعنی دنیا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انہوں نے یہ کہا ہو واللہ اعلم۔ بعض سلف کا قول ہے کہ یہ واقعہ اہل یمن کا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یہ لوگ فروان کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے مذہب اہل کتاب تھے یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا اس کا یہ دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکال کر اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع اللہ تعالیٰ کے نام صدقہ کر دیتا تھا، اس کے انتقال کے بعد ان بچوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارا باپ تو بیوقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال ادھر ادھر دے دیتا تھا، ہم ان فقیروں کو اگر نہ دیں اور اپنا مال باقاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں۔ یہ ارادہ انہوں نے پختہ کر لیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔ پھر فرماتا ہے جو شخص بھی خدا کے حکموں کا خلاف کرے اور خدا کی نعمتوں میں بخل کرے اور مسکینوں محتاجوں کا حق ادا نہ کرے اور خدا کی نعمت کی ناشکری کرے اس پر اسی طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جو سخت تر اور بدتر ہیں۔

یہی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت کھیتی کاٹنے اور باغ کے پھل اتارنے سے منع فرما دیا ہے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتِ النَّعِيمِ ۖ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ
كَالْمُجْرِمِينَ ۚ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۚ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ
فِيهِ تَذَرُسُونَ ۚ إِنْ لَكُمْ فِيهِ لَمَّا تَخِيرُونَ ۚ أَمْ
لَكُمْ آيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْغَةِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ إِنْ لَكُمْ
لَمَّا تَحْكُمُونَ ۚ سَلِّمُوا إِلَيْهِمْ بِذَلِكَ زَعِيمٌ ۚ أَمْ لَهُمْ
شُرَكَاءُ ۚ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ ۚ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۚ

پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں ○ کیا ہم مسلمانوں کو مثل گنہگاروں کے کر دیں ○؟ تمہیں کیا ہو گیا کیسے فیصلے کر رہے ہو ○؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے ○؟ جسے تم پڑھتے ہو؟ اور اس میں تمہاری من مانی باتیں ہوں ○؟ یا تم سے ہم نے کوئی ایسی قسمیں کھائی ہیں جو قیامت تک باقی رہیں کہ تمہارے لئے وہ سب ہے جو تم مقرر کرو ○ ان سے پوچھو تو کہ ان میں سے کون اس بات کا ذمہ دار ہے؟ ○ کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟ تو چاہئے کہ لے آئیں اپنے اپنے شریکوں کو اگر یہ سچے ہیں ○

گنہگار اور نیکوکار دونوں کی جزا کا مختلف ہونا لازم ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۴-۴۱) اور چونکہ دنیوی جنت والوں کا حال بیان ہوا تھا اور خدا کی نافرمانی اور اس کے حکم کا خلاف کرنے سے ان پر جو بلا اور آفت آئی اس کا ذکر ہوا تھا اس لئے اب ان متقی پرہیزگار لوگوں کا حال ذکر کیا

گیا جنہیں آخرت میں جنتیں ملیں گی جن کی نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ ختم ہوں نہ سڑیں نہ گلیں پھر فرماتا ہے کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمان اور گنہگار جزا میں یکساں ہو جائیں؟ قسم ہے زمین و آسمان کے رب کی کہ یہ نہیں ہو سکتا کیا ہو گیا ہے تم کس طرح یہ چاہتے ہو؟ کیا تمہارے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہوئی کوئی ایسی کتاب ہے جو خود تمہیں بھی محفوظ ہو اور اگلوں کے ہاتھوں تم پچھلوں تک پہنچی ہو اور اس میں وہی ہو جو تمہاری چاہت ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ ہمارا کوئی مضبوط وعدہ اور عہد تم سے ہے کہ تم جو کہہ رہے ہو وہی ہوگا اور تمہاری بے جا اور غلط خواہشیں پوری ہو کر رہیں گی؟ ان سے ذرا پوچھو تو کہ اس بات کا کون ضامن ہے اور کس کے ذمے یہ کفالت ہے؟ نہ سہی تمہارے جو جھوٹے مجبور ہیں انہی کو اپنی سچائی کے ثبوت میں پیش کرو۔

يَوْمَ يَكْشِفُ عَنْ سَاقٍ وَيَدْعُونَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتِطِيعُونَ ﴿٤١﴾
خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ
إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَلِمُونَ ﴿٤٢﴾ فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ
بِهَذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾
وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٤﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ
مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٥﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ﴿٤٦﴾

جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کے لئے بلائے جائیں گے تو سجدہ نہ کر سکیں گے ○ نکاہیں بچی ہوں گی اور ان پر ذلت و خواری چھاری ہوگی یہ سجدے کے لئے اس وقت بلائے جاتے تھے جب صحیح سالم تھے ○ مجھے اور اس کلام کے جھٹلانے والے کو چھوڑ دے ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو ○ اور میں انہیں مہلت دوں گا میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ○ کیا تو ان سے کوئی اجرت چاہتا ہے؟ جس تاوان سے یہ دبے جاتے ہیں ○ یا کیا ان کے پاس علم غیب ہے جو وہ لکھ رہے ہیں ○

سجدہ اس وقت منافقوں کے بس میں نہیں ہوگا: ☆ ☆ (آیت: ۴۲-۴۷) ○ اوپر چونکہ بیان ہوا تھا کہ پرہیزگار لوگوں کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ یہ جنتیں انہیں کب ملیں گی؟ تو فرمایا کہ اس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی یعنی قیامت کے دن جو دن بڑی ہولناکیوں والا زلزلوں والا امتحان والا اور آزمائش والا اور بڑے بڑے اہم امور کے ظاہر ہونے کا دن ہوگا۔ صحیح بخاری شریف میں اس جگہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دے گا پس ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت سجدے میں گر پڑے گی ہاں دنیا میں جو لوگ دکھاوے سناوے کے لئے سجدے کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر تختہ کی طرح ہو جائے گی یعنی ان سے سجدے کے لئے جھکا نہ جائے گا۔ یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے کئی کئی سندوں سے الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث مطول اور مشہور ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ دن تکلیف دہ درد اور شدت کا دن ہے (ابن جریر) اور ابن جریر اسے دوسری سند سے شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ابن مسعودؓ یا ابن عباسؓ سے يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ کی تفسیر میں بہت بڑا عظیم الشان امر مروی ہے جیسے شاعر کا قول ہے شَالَتْ الْحَرْبُ عَنْ سَاقٍ یہاں بھی لڑائی کی عظمت اور بڑائی بیان کی گئی ہے مجاہدؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ

فرماتے ہیں قیامت کے دن کی یہ گھڑی بہت سخت ہوگی آپ فرماتے ہیں یہ امر بہت سخت بڑی گھبراہٹ والا اور ہولناک ہے۔ آپ فرماتے ہیں جس وقت امر کھول دیا جائے گا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا آخرت کا آجانا ہے اور اس سے کام کا کھل جانا ہے۔ یہ سب روایتیں ابن جریر میں ہیں اس کے بعد یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے اس کی تفسیر میں فرمایا مراد بہت بڑا نور ہے لوگ اس کے سامنے نجدے میں گر پڑیں گے یہ حدیث ابو یعلیٰ میں بھی ہے اور اس کی اسناد میں ایک مبہم راوی ہے واللہ اعلم۔ (یاد رہے کہ صحیح تفسیر وہی ہے جو بخاری مسلم کے حوالے سے اوپر مرفوع حدیث میں گزری کہ اللہ عزوجل اپنی پنڈلی کھولے گا دوسری حدیث بھی مطلب کے لحاظ سے ٹھیک ہے کیونکہ خدا خود نور ہے۔ اور اقوال بھی اس طرح ٹھیک ہیں کہ خدائے عالم کی پنڈلی بھی ظاہر ہوگی اور ساتھ ہی وہ ہولناکیاں اور شدتیں بھی ہوں گی واللہ اعلم۔ مترجم)

دنیا میں سجدہ نہ کرنے والے کی قیامت کو حالت: ☆☆ پھر فرمایا آج کے دن ان لوگوں کی آنکھیں اوپر کونہ اٹھیں گی اور ذلیل و پست ہو جائیں گے کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش اور کبر و غرور والے تھے صحت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں جب انہیں سجدے کے لئے بلایا جاتا تھا تو رک جاتے تھے جس کی سزا یہ ملی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے پہلے کر سکتے تھے لیکن نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر مومن سب سجدے میں گر پڑیں گے لیکن کافر و منافق سجدہ نہ کر سکیں گے کترختہ ہو جائے گی، جھلے گی ہی نہیں بلکہ پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گے۔ یہاں بھی ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں بھی خلاف ہی رہے گی۔ پھر فرمایا مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کو جھٹلانے والوں کو تو چھوڑ دو دے۔ اس میں بڑی وعید ہے اور سخت ڈانٹ ہے کہ تو ظہر جائیں آپ ان سے پٹ لوں گا دیکھ تو سہی کہ کس طرح بتدریج انہیں پکڑتا ہوں۔ یہ اپنی سرکش اور غرور میں پڑتے جائیں گے میری ڈھیل کے راز کو نہ سمجھیں گے اور پھر ایک دم یہ پاپ کا گھڑا پھوٹے گا اور میں اچانک انہیں پکڑ لوں گا۔ میں انہیں بڑھاتا رہوں گا یہ بدست ہوتے چلے جائیں وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ ہوگی وہ اہانت جیسے اور جگہ ہے اَيَحْسَبُوْنَ اَنْهُمْ اَنْجُوْا مِنْهُمْ اَلَيْسَ كَيْفَ كَانُوا يَكْفُرُوْنَ؟ یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ مال و اولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلائی کی بنا پر ہے؟ نہیں بلکہ یہ بے شعور ہیں اور جگہ فرمایا فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ جب یہ ہمارے وعظ و پند کو بھلا چکے تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ انہیں جو دیا گیا تھا اس پر اترنے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور ان کی امیدیں منقطع ہو گئیں۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے میں کہ انہیں ڈھیل دوں گا بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا۔ یہ میرا داؤ ہے اور میری تدبیر میرے مخالفوں اور میرے نافرمانوں کے ساتھ بہت بڑی ہے۔

بخاری مسلم میں ہے حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَكَذٰلِكَ اَخَذْنَا مِنْكَ اِذَا اَخَذَ الْفُرٰی وَهٰی ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخَذَهَا اَلَيْمٌ شَدِيْدٌ یعنی اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جبکہ وہ کسی ہستی والوں کو پکڑتا ہے جو ظالم ہوتے ہیں اس کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا تو کچھ ان سے اجرت اور بدلہ تو مانگتا ہی نہیں جو ان پر بھاری پڑتا ہو جس تاوان سے یہ جھکے جاتے ہوں نہ ان کے پاس کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں۔ ان دونوں جملوں کی تفسیر سورہ والصور میں گزر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے نبی! آپ انہیں اللہ عزوجل کی طرف بغیر اجرت اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بدلے کی چاہت کے بلا رہے ہیں آپ کی غرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور کفر اور سرکش کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْخُوْتِ إِذْ نَادَىٰ
وَهُوَ مَكْظُومٌ ۖ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ
بِالْعُرَىٰ ۖ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۖ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۖ
وَإِنَّ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا
الدُّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۖ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۖ

پس تو اپنے رب کے حکم کا انتظار کر اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جا جبکہ اس نے غمگینی کی حالت میں دعا کی ○ اگر اسے اس کے رب کا احسان نہ پالیتا تو یقیناً وہ رہے
حالوں غمر زمین میں ڈال دیا جاتا ○ اسے اس کے رب نے پھر نوازا اور اسے نیک کاروں میں کر دیا ○ یقیناً ان منکروں کی چاہت ہے کہ اپنی تیز نگاہوں سے تجھے
پھسلا دیں یہ جب کبھی قرآن سنتے ہیں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو صرف دیوانہ ہے ○ درحقیقت یہ قرآن تو تمام جہان والوں کے لئے سراسر نصیحت ہی ہے ○

مصائب سے نجات دلانے والی دعا - نظرِ فال اور شگون: ☆ ☆ (آیت: ۵۲-۵۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! اپنی قوم کی ایذا پر
اور ان کے جھٹلانے پر صبر و سہار کرو، غفریب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہونے والا ہے، انجام کار آپ کا اور آپ کے ماتحتوں کا ہی غلبہ ہوگا دنیا میں بھی
اور آخرت میں بھی - دیکھو تم مچھلی والے نبی کی طرح نہ ہونا، اس سے مراد حضرت یونس بن متی علیہ السلام ہیں جبکہ وہ اپنی قوم پر غضب ناک ہو
کر نکل کھڑے ہوئے پھر جو ہوا سو ہوا یعنی آپ کا جہاز میں سوار ہونا، مچھلی کا آپ کو نگل جانا اور سمندر کی تہ میں بیٹھ جانا اور اس تہ بہ تہ
اندھیریوں میں اس قدر نیچے آپ کا سمندر کو اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سننا اور خود آپ کا بھی پکارنا اور لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ پڑھنا پھر آپ کی دعا کا قبول ہونا، اس غم سے نجات پانا وغیرہ - جس واقعہ کا مفصل بیان پہلے گزر چکا
ہے - جس کے بیان کے بعد اللہ سبحان و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم اسی طرح ایمانداروں کو نجات دیا کرتے ہیں اور فرماتا ہے کہ اگر وہ تسبیح نہ
کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں پڑے رہتے - یہاں بھی فرمان ہے کہ جب اس نے غم اور دکھ کی حالت میں ہمیں پکارا - پہلے بیان ہو
چکا ہے کہ یونس علیہ السلام کی زبان سے نکلتے ہی یہ کلمہ عرش پر پہنچا، فرشتوں نے کہا خدا یا! اس کمزور غیر معروف شخص کی آواز تو ایسی معلوم ہوتی
ہے جیسے پہلے کی سنی ہوئی ہو -

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اسے پہچانا نہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا نہیں - جناب باری نے فرمایا یہ میرے بندے یونس کی
آواز ہے - فرشتوں نے کہا پروردگار پھر تو تیرا یہ بندہ وہ ہے جس کے اعمال صالحہ ہر روز آسمانوں پر چڑھتے رہے، جس کی دعائیں ہر وقت
قبولیت کا درجہ پاتی رہیں - اللہ تعالیٰ نے فرمایا سچ ہے - فرشتوں نے کہا پھر اے ارحم الراحمین! ان کی آسائنیوں کے وقت کے نیک اعمال کی بنا
پر انہیں اس سختی سے نجات عطا فرما - چنانچہ ارشاد باری ہوا کہ اے مچھلی! تو انہیں اگل دے اور مچھلی نے انہیں کنارے پر آ کر اگل دیا - یہاں
بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پھر برگزیدہ بنالیا اور نیکو کاروں میں کر دیا - مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کسی کو
لا ائق نہیں کہ وہ اپنے تئیں حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے افضل بتائے - صحیحین میں بھی یہ حدیث ہے - اگلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ
تیرے بغض و حسد کی وجہ سے یہ کفار تو اپنی آنکھوں سے گھور گھور کر تجھے پھسلا دینا چاہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حمایت اور بچاؤ نہ ہوتا
تو یقیناً یہ تو ایسا کر گزرتے - اس آیت میں دلیل ہے اس امر پر کہ نظر کا لگنا اور اس کی تاثیر کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہونا حق ہے جیسا کہ بہت سی

حدیثوں میں بھی ہے جو کئی سندوں سے مروی ہیں۔ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دم جھاڑ اصراف نظر کا اور زہریلے جانوروں کا اور نہ تھمنے والے خون کا ہے بعض سندوں میں نظر کا لفظ نہیں۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے اور صحیح مسلم شریف میں بھی ایک قصہ کے ساتھ موقوفاً مروی ہے اور بخاری شریف میں اور ترمذی میں بھی ہے۔ ایک غریب حدیث میں ہے کہ نظر میں کچھ بھی حق نہیں سب سے سچا شگون فال ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے غریب کہتے ہیں اور روایت میں ہے کہ کوئی ڈر خوف الو اور نظر میں نہیں اور نیک فالی سب سے زیادہ سچا فال ہے اور روایت میں ہے کہ نظر حق ہے نظر حق ہے وہ بلندی والے کو بھی اتار دیتی ہے (مسند احمد)

نظر لگنا حق ہے: صحیح مسلم میں ہے نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی۔ جب تم سے غسل کرایا جائے تو غسل کر لیا کرو۔ عبدالرزاق میں ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین کو ان الفاظ کے ساتھ پناہ میں دیتے اُعِيذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ غِيْبٍ لَّامَةٍ یعنی تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہریلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے اور فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو انہی الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔ یہ حدیث سنن میں اور بخاری شریف میں بھی ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ بھل بن حنیف غسل کر رہے تھے عامر بن ربیعہ کہنے لگے میں نے تو آج تک ایسا پنڈا کسی پردہ نشین کا بھی نہیں دیکھا۔ بس ذرا سی دیر میں وہ بیہوش ہو کر گر پڑے لوگوں نے حضورؐ سے کہا یا رسول اللہ! ان کی خبر لیجئے یہ تو بیہوش ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا کسی پر تمہارا شک بھی ہے لوگوں نے کہا ہاں عامر بن ربیعہ پر آپؐ نے فرمایا تم میں سے کیوں کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کسی ایسی چیز کو دیکھے کہ اسے بہت اچھی لگے تو اسے چاہئے کہ اس کے لئے برکت کی دعا کرے پھر پانی منگوا کر عامر سے فرمایا تم وضو کرو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ اور گھٹنے اور تہ کے اندر کا حصہ جسم دھو ڈالو۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا برتن کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے اوندھا دو۔ نسائی وغیرہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

نظر لگنے کا دم: حضرت ابوسعید فرماتے ہیں آنحضرت ﷺ جنات کی اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے جب سورہ معوذتین نازل ہوئیں تو آپؐ نے انہیں لے لیا اور سب کو چھوڑ دیا (ابن ماجہ ترمذی نسائی) مسند وغیرہ میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضورؐ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے نبی صاحب! کیا آپ بیمار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں تو جبریل نے کہا بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ اللَّهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنٍ وَاللَّهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللَّهِ أَرْقِيكَ بعض روایات میں کچھ الفاظ کا ہیر پھیر بھی ہے۔ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے کہ یقیناً نظر کا لگ جانا حق ہے۔ مسند کی ایک حدیث میں اس کے بعد یوں بھی ہے کہ اس کا سبب شیطان ہے اور ابن آدم کا حسد ہے۔ مسند کی اور روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا جاتا ہے کیا تم نے حضورؐ سے سنا ہے کہ شگون تین چیزوں میں ہے گھر گھوڑا اور عورت؟ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا پھر تو میں رسول اللہ ﷺ پر وہ کہوں گا جو آپؐ نے نہیں فرمایا ہاں میں نے حضورؐ سے یہ تو سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا سب سے سچا شگون نیک فالی ہے اور نظر کا لگنا حق ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یا رسول اللہ حضرت جعفر کے بچوں کو نظر لگ جایا کرتی ہے تو کیا میں کچھ دم کرالیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر جانے والی ہوتی تو وہ نظر تھی۔ حضرت عائشہؓ کو بھی حضورؐ کا نظر بد سے دم کرنے کا حکم مروی ہے (ابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نظر لگانے والے کو حکم کیا جاتا تھا کہ وہ وضو کرے اور جس کو نظر لگی ہے اسے اس پانی سے غسل کرایا

جاتا تھا اور حدیث میں ہے نہیں ہے تو اور نظر حق ہے اور سب سے سچا شگون فال ہے۔ مسند احمد میں بھی حضرت سہل اور حضرت عامر والا قصہ جو اوپر بیان ہوا قدرے بسط کے ساتھ مروی ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بزرگ غسل کے ارادے سے چلے اور حضرت عامر پانی میں غسل کے لئے اترے اور ان کا بدن دیکھ کر حضرت سہل کی نظر لگ گئی اور وہ وہیں پانی میں خرخراہٹ کرنے لگے میں نے تین مرتبہ آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سنایا آپ خود تشریف لائے اور تھوڑے سے پانی میں کھج کھج کرتے ہوئے تہہ اونچا اٹھائے ہوئے وہاں تک پہنچے اور ان کے سینے میں ہاتھ مارا اور دعا کی اللھم اصراف عنہ حرھا وبردھا ووصبھا اے اللہ تو اس سے اس کی گرمی اور سردی اور تکلیف دور کر دے۔

مسند بزار میں ہے کہ میری امت کی قضا و قدر کے بعد اکثر موت نظر سے ہوگی۔ فرماتے ہیں نظر حق ہے انسان کو قبر تک پہنچا دیتی اور اونٹ کو بٹنڈیا تک میری امت کی اکثر ہلاکی اسی میں ہے۔ ایک اور صحیح سند سے بھی یہ روایت مروی ہے فرمان رسالت ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ الوکی وجہ سے بربادی کا یقین کر لینا کوئی واقعیت رکھتا ہے اور نہ حسد کوئی چیز ہے ہاں نظر بچ ہے ابن عساکر میں ہے کہ جبریل حضور کے پاس آئے آپ اس وقت غزدہ تھے جب پوچھا تو فرمایا حسن اور حسین کو نظر لگ گئی ہے فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے آپ نے یہ کلمات پرھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ حضور نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ فرمایا یوں کہو اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ ذَا الْمَنْ الْقَدِيْمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَالِدَعَوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْحَبْرِ وَاعْيُنِ الْاَنْبِيَاءِ اے اللہ اے بہت بڑی بادشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے اے بزرگ ترچہ رہنے والے اے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کو قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسن اور حسین کو تمام جنات کی ہواؤں سے اور تمام انسان کی آنکھوں سے اپنی پناہ دے۔ حضور نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا لوگو اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جہاں یہ کافر اپنی حقارت بھری نظریں آپ پر ڈالتے ہیں وہاں اپنی طعنہ آمیز زبان بھی آپ پر کھولتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن لانے میں مجنون ہیں اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں فرماتا ہے قرآن تو خدا کی طرف سے تمام عالم کے لئے نصیحت نامہ ہے۔

الحمد لله سورة نون کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ الحاقۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَاقَّةُ ۝ مَا الْحَاقَّةُ ۝ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِوَعاَدِ
بِالْقَارِعَةِ ۝ فَاَمَّا ثَمُودُ فَاهْلِكُوْا بِالْظَّالِمِيْنَ ۝

اللہ تعالیٰ بخشش اور مہربانی کرنے والے کے نام سے شروع

سچ آج آنے والی ○ کیا ہے حقیقتاً قائم ہونے والی ○ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے ○ اس کھڑکا دینے والی کو ثمودیوں اور عادوں نے جھٹلایا تھا ○ جس کے نتیجے میں ثمودی تو بے حد خوفناک اور اونچی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے ○

عادی و ثمود کی تباہی: ☆ ☆ (آیت ۱-۵) حاقہ قیامت کا ایک نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدے و وعید کی حقانیت اور حقیقت کا دن وہی ہے اسی لئے اس دن کی ہولناکی بیان کرتے ہوئے فرمایا تم اس حاقہ کی صحیح کیفیت سے بے خبر ہو۔ پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جن لوگوں نے اسے جھٹلایا تھا اور پھر خلیازہ اٹھایا تھا تو فرمایا ثمودیوں کو دیکھو ایک طرف سے فرشتے کے دھاڑنے کی کھجیوں کو پاش پاش کر دینے والی آواز آتی ہے دوسری جانب سے زمین میں غضبناکی کا بھونچال آتا ہے اور سب تہ و بالا ہو جاتے ہیں پس بقول حضرت قتادہ طاعنہ کے معنی ہیں جنگھاڑے اور مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کے باعث برباد کر دیئے گئے۔ ربیع بن انس اور ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد ان کی سرکشی ہے۔ ابن زید نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی کَذَّبَتْ ثُمُودُ بِطَغْوَاهَا یعنی ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور عادی ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھوکوں سے جنہوں نے ان کے دل چھید دیئے تھیں نہیں کر دیئے گئے۔

وَأَمَّا عَادٌ فَاهْلِكُوا بِرِيحِ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۖ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَنِيَةً أَيَّامٍ ۖ حُسُومًا ۖ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَارٌ نَّخْلٌ خَاوِيَةٌ ۖ فَأَنزَلَ الرَّبُّ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةِ ۖ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكُ بِالْخَاطِئَةِ ۖ فَعَصَا رَسُولُ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخَذَةً رَابِيَةً ۖ إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۖ لَنَجْعَلَنَّ لَكُمْ تَذْكَرَةً وَتَعِيَهَا ۖ أَذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۖ

اور عادی بے حد تیز و تند ہوا سے غارت کر دیئے گئے ○ جو ان پر برابر لگا تار سات رات اور آٹھ دن تک بحکم الہی چلتی رہی پس تو دیکھے گا کہ یہ لوگ زمین پر اس طرح بچھڑ گئے ○ جیسے کہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں ○ کیا ان میں سے کوئی بھی تجھے باقی نظر آ رہا ہے؟ ○ فرعون اور اس سے پہلے کے لوگوں اور جن کی بستیوں الٹ دی گئیں انہوں نے بھی خطائیں کیں ○ اور اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی بلا خاندان نے انہیں بھی زبردست گرفت میں لے لیا ○ جب پانی حد سے گزر گیا اس وقت ہم نے تمہیں چلتی کشتی میں چڑھا لیا ○ تاکہ اسے تمہارے لئے نصیحت اور یاد کر دیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں ○

(آیت ۶-۱۲) یہ آندھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے ٹکلی جاتی تھیں برابر درپے درپے لگا تار سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں ان دنوں میں ان کے لئے سوائے نحوست و بربادی کے اور کوئی بھلائی نہ تھی جیسے اور جگہ ہے فی ایام نَحْسَاتٍ حضرت ربیع فرماتے ہیں جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئی تھیں، بعض کہتے ہیں بدھ سے۔ ان ہواؤں کو عرب اعجاز اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے ان عادیوں کی حالتیں اعجاز یعنی کھجوروں کے کھوکھلے تنوں جیسی ہو گئیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً یہ ہواؤں جازوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں اور عجز کہتے ہیں آخر کو اور یہ وجہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ عادیوں کی ایک بڑھیا ایک غار میں گھس گئی تھی جو ان ہواؤں سے آٹھویں رزو میں تباہ ہو گئی اور بڑھیا کو عربی میں عجز کہتے ہیں واللہ اعلم۔

خاویہ کے معنی ہیں خراب، سڑا، گلا، کھوکھلا، مطلب یہ ہے کہ ہواؤں نے انہیں اٹھا اٹھا کر الٹا پٹا، ان کے سر پھٹ گئے، سروں کا تو چورا چورا ہو گیا اور باقی جسم ایسا رہ گیا جیسے کھجور کے درخت کا سراپتوں والا کاٹ کر صرف تار بنے دیا ہو۔ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے رسول

اللہ ﷻ فرماتے ہیں میری مدد کی گئی صبا کے ساتھ یعنی پروا ہوا کے ساتھ اور عادی ہلاک کئے گئے دیور سے یعنی مغرب ہوا سے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں عادیوں کو ہلاک کرنے کے لئے ہواؤں کے خزانے میں سے صرف انگوٹھی کے برابر جگہ کشادہ کی گئی تھی جس سے ہوا اُنیں نکلیں اور پہلے وہ گاؤں اور دیہات والوں پر آئیں ان تمام مردوں عورتوں کو چھوٹے بڑوں کو ان کے مالوں اور جانوروں سمیت لے کر آسمان و زمین کے درمیان معلق کر دیا شہریوں کو بوجہ بہت بلندی اور کافی اونچائی کے یہ معلوم ہونے لگا کہ یہ سیاہ رنگ بادل چڑھا ہوا ہے۔ خوش ہونے لگے کہ گرمی کے باعث جو ہماری بری حالت ہو رہی ہے اب پانی برس جائے گا۔ اتنے میں ہواؤں کو حکم ہوا اور اس نے ان تمام کو ان شہریوں پر پھینک دیا یہ اور وہ سب ہلاک ہو گئے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں اس ہوا کے پر اور دم تھی۔ پھر فرماتا ہے بتلاؤ کہ ان میں سے یا ان کی نسل میں سے ایک کو بھی تم دیکھ رہے ہو؟ یعنی سب کے سب تباہ و برباد کر دیئے گئے کوئی نام لیوا پانی دینے والا بھی باقی نہ رہا۔

پھر فرمایا فرعون اور اس سے اگلے خطا کار اور رسول کے نافرمان کا یہی انجام ہوا قَبْلُہ کی دوسری قرأت قَبْلُہ بھی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ فرعون اور اس کے پاس اور ساتھ کے لوگ یعنی فحونی قطعی کفار۔ مُؤْتَفِکَات سے مراد بھی پیغمبروں کی جھٹلانے والی اگلی امتیں ہیں خَاطِطَہ سے مطلب معصیت اور خطائیں ہیں پس فرمایا ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے زمانے کے رسول کی تکذیب کی جیسے اور جگہ ہے اِنْ کُلِّ اِلَّا کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیدِ یعنی ان سب نے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر عذاب آپنچے اور یہ بھی یاد رہے کہ ایک پیغمبر کا انکار گویا تمام انبیاء کا انکار ہے جیسے قرآن نے فرمایا کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِیْنَ اور فرمایا کَذَّبَتْ عَادُ النَّامُوسِلِیْنَ اور فرمایا کَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِیْنَ یعنی قوم نوح نے عادیوں نے ثمودیوں نے رسولوں کو جھٹلایا حالانکہ سب کے پاس یعنی ہر ہر امت کے پاس ایک ہی رسول آیا تھا۔ یہی مطلب یہاں بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامبر کی نافرمانی کی پس اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت ترمہلک بڑی دردناک المناک پکڑ میں پکڑ لیا۔

طوفان نوح: ☆☆ ازاں بعد اپنا احسان جتنا ہے کہ دیکھو جب نوحؑ کی دعا کی وجہ سے زمین پر طوفان آیا اور پانی حد سے گزر گیا چو طرف ریل پیل ہو گئی نجات کی کوئی جگہ نہ رہی اس وقت ہم نے تمہیں کشتی میں چڑھالیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب قوم نوح نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی شروع کی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے تنگ آ کر ان کی ہلاکی کی دعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور مشہور طوفان نوح نازل فرمایا جس سے سوائے ان لوگوں کے جو حضرت نوح کی کشتی میں تھے روئے زمین پر کوئی نہ بچا۔ پس سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل اور آپ کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پانی کا ایک ایک قطرہ باجائز خدا پانی کے داروغہ فرشتے کے ناپ تول سے برسا ہے اسی طرح ہوا کا ہلکا سا جھونکا بھی بے ناپے تول نہیں چلتا لیکن ہاں عادیوں پر جو ہوائیں چلیں اور قوم نوح پر جو طوفان آیا وہ تو بے حد اور بے شمار اور بغیر ناپ تول کے تھا اللہ کی اجازت سے پانی اور ہوانے وہ زور باندھا کہ نگہبان فرشتوں کی کچھ نہ چلی۔ اسی لئے قرآن میں طَغٰی السَّاءِ و ر بْرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِبَۃ کے الفاظ ہیں۔ اسی لئے اس اہم احسان کو اللہ تعالیٰ یاد دل رہا ہے کہ ایسے پر خطر موقع پر ہم نے تمہیں چلتی کشتی پر سوار کر دیا تاکہ یہ کشتی تمہارے لئے نمونہ بن جائے چنانچہ آج بھی ویسی ہی کشتیوں پر سوار ہو کر سمندر کے لمبے چوڑے سفر طے کر رہے ہو۔ جیسے اور جگہ ہے وَجَعَلَ لَکُمْ مِنَ الْفُلْکِ وَالْاَنْعَامِ یعنی تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے جانور بنائے تاکہ تم ان پر سواری کرو۔ ایک اور سوار ہو کر اپنے رب کی نعمت یاد کرو اور جگہ فرمایا وَاٰیۃ لَّہُمْ اَنَّا حَمَلْنَا الرِّجْلَ یعنی ان کے لئے ایک نشان قدرت یہ بھی ہے کہ

ہم نے ان کی نسل کو بھری کشتی میں چڑھالیا اور بھی ہم نے اس جیسی ان کی سواریاں پیدا کر دیں۔ حضرت قتادہؓ نے اوپر کی اس آیت کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وہی کشتی نوح باقی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اگلوں نے بھی اسے دیکھا لیکن زیادہ ظاہر مطلب پہلا ہی ہے۔ پھر فرمایا یہ اس لئے بھی کہ یاد رکھنے اور سننے والا کان اسے یاد کر لے اور محفوظ رکھ لے اور اس نعمت کو نہ بھولے، یعنی صحیح سمجھ اور سچی سماعت والے عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والے جو اللہ تعالیٰ کی باتوں اور اس کی نعمتوں سے بے پروا ہی اور لاابالی نہیں برتتے، ان کی پسند و نصیحت کا ایک ذریعہ یہ بھی بن گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت کھول فرماتے ہیں جب یہ الفاظ اترے تو حضورؐ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو ایسا ہی بنادے۔ چنانچہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز سن کر پھر میں نے فراموش نہیں کی۔ یہ روایت ابن جریر میں بھی ہے لیکن مرسل ہے۔ ابن ابی حاتم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے حکم کیا گیا ہے کہ میں تجھے نزدیک کروں دور نہ کروں اور تجھے تعلیم دوں اور تو بھی یاد رکھے اور یہی تجھے بھی چاہئے اس پر یہ آیت اتری۔ یہ روایت دوسری سند سے بھی ابن جریر میں مروی ہے لیکن وہ بھی صحیح نہیں۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۖ وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ
وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۖ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۖ
وَانشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۖ وَالْمَلَكُ عَلَى أَرْجَائِهَا
وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَةٌ ۖ يَوْمَئِذٍ تَعْرَضُونَ لَا
تَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۖ

پس جبکہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی ○ اور زمین اور پہاڑ اٹھالے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے ○ اس دن ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی ○ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل کمزور ہو جائے گا ○ اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور تیرے پروردگار کا عرش اس دن) آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے ○ اس دن تم سب سامنے پیش کئے جاؤ گے تمہارا کوئی بھید پوشیدہ نہ رہے گا ○

آواز کا ہم صور اسرافیل ☆ ☆ (آیت: ۱۳-۱۸) قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہو رہا ہے جس میں سب سے پہلے گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہوگا جس سے سب کے دل دہل جائیں گے پھر نفخہ پھونکا جائے گا جس سے تمام زمین و آسمان کی مخلوق بے ہوش ہو جائے گی مگر جسے اللہ چاہے پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی یہاں اسی پہلے نفخہ کا بیان ہے۔ یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرمادیا کہ یہ اٹھ کھڑے ہونے کا نفخہ ایک ہی ہے اس لئے کہ جب خدا کا حکم ہو گیا پھر نہ تو اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے نہ دوبارہ فرمان کی ضرورت ہے اور نہ تاکید کی۔ امام ربیع فرماتے ہیں اس سے مراد آخری نفخہ ہے لیکن ظاہر قول وہی ہے جو ہم نے کہا۔ اسی لئے یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین و آسمان اٹھالے جائیں گے اور کھال کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے اور زمین بدل دی جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آسمان ہر کھٹنے کی جگہ سے پھٹ جائے گا جیسے سورہ نبا میں ہے وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا یعنی آسمان کھول دیا جائے گا اور دروازے دروازے ہو جائیں گے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غار پڑ جائیں گے اور شق ہو جائے گا عرش اس کے سامنے ہوگا فرشتے اس کے کناروں پر

ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔

اللہ کا عرش اٹھانے والے فرشتے: ☆☆ پھر فرمایا قیامت والے دن آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلوں کے لئے ہوگا واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہوں گے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا ایک سو سال کا راستہ ہے۔ ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے کی لو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرند سات سو سال تک اڑتا چلا جائے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اسے امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہ مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اعلیٰ فرشتوں کے آٹھ حصے ہیں جن میں سے ہر ایک حصہ کی گنتی تمام انسانوں جنوں اور سب فرشتوں کے برابر ہے۔ پھر فرمایا قیامت کے روز تم اس خدا کے سامنے کئے جاؤ گے جو پوشیدگی کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اسی طرح چھپی سے چھپی چیز کو بھی وہ جانتا ہے اسی لئے فرمایا تمہارا کوئی عیب اس روز چھپ نہ سکے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے لوگو! اپنی جانوں کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا آپ اندازہ کر لو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کو تمہارا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور بڑی پیشی میں خود اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سامنے تم پیش کر دیئے جاؤ گے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور جھگڑا مٹاتا کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے حضرت عبد اللہ کے قول سے بھی یہی روایت ابن جریر میں مروی ہے اور حضرت قتادہ سے بھی اس جیسی روایت مرسل مروی ہے۔

فَأَمَّا مَنْ أَوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۖ فَيَقُولُ هَٰؤُلَاءِ مَا كَتَبْتُ بِهٖٓ إِنِّ
ظَنَنْتُ أَنِّیْٓ مُلِقٌ حِسَابِیْہٖ ۖ فَهٗوُۥ فِیٓ عِیْشَۃٍ سَرَٰضِیَۃٍ ۖ
فِیٓ جَنَّةٍ عَالِیَۃٍ ۖ قُطُوفُہَا دَانِیَۃٌ ۖ كَلُوا وَاشْرَبُوا
هَنِیًْٓا ۖ بِمَآ أَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ ۖ

سو جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ تو کہنے لگے گا لو میرا نامہ اعمال پڑھو ○ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب سے ملنا ہے ○ پس وہ ایک من مانی زندگی میں ہوگا ○ بلند و بالا جنت میں ○ جس کے میوے جھکے پڑتے ہوں گے ○ (ان سے کہا جائے گا) کہ کھاؤ پیو سہتا پچتا اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانہ میں کئے ○

دائیں ہاتھ اور نامہ اعمال: ☆☆ (آیت: ۱۹-۲۴) یہاں بیان ہو رہا ہے کہ جو خوش نصیب لوگ قیامت کے دن اپنا نامہ اعمال

اپنے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ سعادت مند حضرات بے حد خوش ہوں گے اور جوش مسرت میں بے ساختہ ہر ایک سے کہتے پھریں گے کہ میرا نامہ اعمال تو پڑھو اور یہ اس لئے کہ جو گناہ بمقتضائے بشریت ان سے ہو گئے وہ بھی ان کی توبہ سے نامہ اعمال میں سے مٹا دیئے گئے ہیں اور نہ صرف مٹا دیئے گئے ہیں بلکہ ان کے بجائے نیکیاں لکھ دی گئی ہیں۔ پس یہ سراسر نیکیوں کا نامہ اعمال ایک ایک کو پورے سرور اور سچی خوشی سے دکھاتے پھرتے ہیں۔ عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں ہا کے بعد لفظ 'وَمَ زِيَادَةُ' زیادہ ہے لیکن ظاہر بات یہ ہے کہ 'هَذَا وَمَ' معنی میں ہا کُم کے ہے۔ حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ چپکے سے حجاب میں مومن کو اس کا نامہ اعمال دیا جاتا ہے جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہوتے ہیں یہ اسے پڑھتا ہے اور ہر گناہ پر اس کے ہوش اڑاڑ جاتے ہیں چہرے کی رنگت پھیکی پڑ جاتی ہے۔ اتنے میں اب اس کی نگاہ اپنی نیکیوں پر پڑتی ہے جب انہیں پڑھنے لگتا ہے تب ذرا چین پڑتا ہے۔ ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور چہرہ کھل جاتا ہے پھر نظریں جما کر پڑھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس کی برائیاں بھی بھلائیوں سے بدل دی گئی ہیں ہر برائی کی جگہ بھلائی لکھی ہوئی ہے اب تو اس کی باجھیں کھل جاتی ہیں اور خوشی خوشی نکل کھڑا ہوتا ہے اور جو ملتا ہے اس سے کہتا ہے ذرا میرا نامہ اعمال تو پڑھنا۔ حضرت عبداللہ بن حظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں فرشتوں نے ان کی شہادت کے بعد غسل دیا تھا ان کے لڑکے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قیامت والے دن اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس کی برائیاں اس کے نامہ اعمال کی پشت پر لکھی ہوئی ہوں گی جو اس پر ظاہر کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ بتا کیا تو نے یہ اعمال کئے ہیں؟ وہ اقرار کرے گا کہ ہاں بے شک خدا یا! یہ برائیاں مجھ سے ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ میں نے دنیا میں بھی تجھے رسوا نہیں کیا نہ فضیحت کیا اب یہاں بھی میں تجھ سے درگزر کرتا ہوں اور تیرے تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں جب یہ اس سے فارغ ہوگا تب اپنا نامہ اعمال لے کر خوشی خوشی ایک ایک کو دکھاتا پھرے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی صحیح حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کو اپنے پاس بلائے گا اور اس سے اس کے گناہوں کی بابت پوچھے گا کہ فلاں گناہ کیا ہے؟ فلاں گناہ کیا ہے؟ یہ اقرار کرے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ اب ہلاک ہوا۔ اس وقت جناب باری عزاسمہ فرمائے گا اے میرے بندے! دنیا میں میں نے تیری ان برائیوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اب آج تجھے کیا رسوا کروں جا میں نے تجھے بخشا۔ پھر اس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے جس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں لیکن کافروں اور منافقوں کے بارے میں تو گواہ پکارا نکلتے ہیں کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ کہا لوگو! سنو ان ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ داہنے ہاتھ کے نامہ اعمال والا کہتا ہے کہ مجھے تو دنیا میں ہی یقین کامل تھا کہ یہ حساب کا دن قطعاً آنے والا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا الَّذِينَ يَصْنَعُونَ اَنْفُسَهُمْ مِّثْلًا قُوَّارٍ بِهَمْ يَعْنِي اَنْفُسَهُمْ يَفْقَهُنَّ تَحَا کہ یہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ فرمایا ان کی جزا یہ ہے کہ یہ پسندیدہ اور دل خوش کن زندگی پائیں گے اور بلند و بالا بہشت میں رہیں گے جس کے محلات اونچے اونچے ہوں گے جس میں حوریں قبول صورت اور نیک سیرت ہوں گی جو گھر نعمتوں کے بھرپور خزانے ہوں گے اور یہ تمام نعمتیں نہ ملنے والی نہ ختم ہونے والی بلکہ کسی سے بھی محفوظ ہوں گی۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا اونچے اونچے نیچے مرتبے والے جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ملاقاتیں بھی کریں گے آپ نے فرمایا ہاں بلند مرتبہ لوگ کم مرتبہ لوگوں کے پاس ملاقات کے لئے اتر آئیں گے اور خوب محبت و اخلاص سے سلام مصافحے اور آؤ بھگت ہوگی ہاں البتہ نیچے والے بہ سبب اپنے اعمال کی کمی کے اوپر نہ چڑھیں گے۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ پھر فرماتا ہے اس کے پھل نیچے نیچے ہوں گے۔ حضرت براہن عازب وغیرہ فرماتے ہیں اس قدر بھگت ہوئے ہوں گے کہ جنتی اپنے چہرہ کھٹ پر لیٹے ہی لیٹے ان میوؤں کو توڑ لیا کریں

گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر جنتی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لکھا ہوا پروانہ ملے گا جس میں لکھا ہوا ہوگا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ اَذْخَلُوْهُ جَنَّتِهٖ عَالِیَّتِهٖ قُطُوْفُهَا دَانِیَّةٌ یعنی اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع یہ پروانہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فلاں شخص کے لئے جو فلاں کا بیٹا ہے اسے بلند و بالا جھکی ہوئی شاخوں اور لدے پھدے ہوئے خوشوں والی خوشگوار جنت میں جانے دو (طبرانی)

بعض روایتوں میں ہے یہ پروانہ پل صراط پر حوالے کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا انہیں بطور احسان اور مزید لطف و کرم کے زبانی بھی کھانے پینے کی رخصت مرحمت ہوگی اور کہا جائے گا کہ یہ تمہاری نیک اعمالیوں کا بدلہ ہے۔ اعمال کا بدلہ کہنا صرف بطور لطف کے ہے ورنہ صحیح حدیث میں ہے حضور فرماتے ہیں عمل کرتے جاؤ سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان رکھو کہ صرف اعمال جنت میں لے جانے کے لئے کافی نہیں لوگوں نے کہا حضور! آپ کے اعمال بھی نہیں فرمایا نہ میرے ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت شامل حال ہو۔

وَأَمَّا مَنْ أَوْتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لِمَ أُوتِ
كِتَابِي ۖ وَلَمْ أَدْر مَا حِسَابِي ۖ يَلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۖ^{۱۷}
مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِي ۖ هَلْكَ عَنِّي سُلْطَانِي ۖ^{۱۸}
خَذُوْهُ فَعْلُوْهُ ۖ^{۱۹} ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۖ^{۲۰} ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ
ذُرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۖ^{۲۱} إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۖ

لیکن جسے اس کے اعمال کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی۔ وہ تو کہے گا کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی ○ اور میں اپنے حساب کی کیفیت جانتا ہی نہیں ○ کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی ○ میرے مال نہ بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا ○ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا ○ (حکم ہوگا) اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو ○ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو ○ پھر اسے ایسی زنجیر میں جس کی پیاٹن ستر گز کی ہے جکڑ دو ○ بیشک یہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان نہ رکھتا تھا ○

بائیں ہاتھ اور نامہ اعمال: ☆ ☆ (آیت: ۲۵) یہاں گنہگاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب میدان قیامت میں انہیں ان کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ نہایت ہی پریشان اور پشیمان ہوں گے اور حسرت و افسوس سے کہیں گے کاش کہ ہمیں اعمال نامہ ملتا ہی نہیں اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہ ہوتے۔ کاش کہ موت نے ہی ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا اور یہ دوسری زندگی سرے سے ہمیں ملتی ہی نہیں جس موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اس کی آرزوئیں کریں گے یہ کہیں گے کہ ہمارے مال و جاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے بھی یہ عذاب ہم سے نہ ہٹائے تنہا ہماری ذات پر یہ وبال آ پڑے نہ کوئی مددگار ہمیں نظر آتا ہے نہ بچاؤ کی کوئی صورت دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ اسے پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو۔ حضرت منہال بن عمرو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو ستر ہزار فرشتے اس کی طرف لپکیں گے جن میں سے اگر ایک فرشتہ بھی اس طرح اشارہ کرے تو ایک چھوڑ

ستر ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ چار لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑیں گے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی مگر اسے توڑ پھوڑ دیں گے یہ کہے گا تمہیں مجھ سے تعلق؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تجھ پر غضبناک ہے اور اس وجہ سے ہر چیز تجھ پر غصے میں ہے۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے اس فرمان کے سرزد ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اس کی طرف غصے سے دوڑیں گے جن میں کا ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں پھر اسے جہنم کی آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا جن کا ایک ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبار کے دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابن جریجؓ فرماتے ہیں یہ ناپ فرشتوں کے ہاتھ کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان ہے کہ یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرودی جائیں گی پاخانے کے راستے سے ڈال دی جائیں گی اور منہ سے نکالی جائیں گی اور اس طرح آگ میں بھونا جائے گا جیسے تیغ میں کباب اور تیل میں مٹی۔ یہ بھی مروی ہے کہ پیچھے سے یہ زنجیریں ڈالی جائیں گی اور ناک کے دونوں نٹھوں سے نکالی جائیں گی۔ جس سے کہ وہ پیروں کے بل کھڑا ہی نہ ہو سکے گا۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آجائے لیکن اگر اسی کو جہنمیوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے پر سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن بتلاتے ہیں۔

وَلَا يَحْضُ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ ۖ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا حَمِيمٌ ۖ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غَسِيلٍ ۖ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۚ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ۚ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ ۚ

اور مسکین کے کھلانے پر رغبت نہ دیتا تھا ○ پس آج اس کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی اور غذا ہے ○ جسے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا ○ پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو ○ اور ان کی جنہیں تم نہیں دیکھتے ○

(آیت: ۳۸-۳۹) پھر فرمایا کہ یہ اللہ عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی کسی کو رغبت دیتا تھا یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کرتا تھا نہ مخلوق خدا کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچاتا تھا۔ اللہ کا حق تو مخلوق پر یہ ہے کہ اس کی توحید کو مانیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان و سلوک کریں اور بھلے کاموں میں آپس میں امداد پہنچاتے رہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ بیان فرمایا ہے جیسے نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور نبی ﷺ نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ بیان فرمایا کہ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہاں پر آج کے دن اس کا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ کوئی قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچا سکے اور نہ اس کے لئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین سزی بھسی بیکار چیز کے جس کا نام غسلیں ہے یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے کہ اسی کا دوسرا نام زقوم ہو اور غسلیں کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جہنمیوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے۔ وہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی پیپ وغیرہ ظاہر و باطن آیات الہی: ☆☆ (آیت: ۳۸-۳۹) اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے اپنی مخلوق میں سے اپنی ان نشانیوں کی قسم کھا رہا ہے جنہیں لوگ دیکھ رہے ہیں اور ان کی بھی جو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں اس بات پر کہ قرآن کریم اس کا کلام اور اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے

بندے اور اپنے بزرگ پر رسول پر اتاری ہے۔ جسے اس نے ادائے امانت اور تبلیغ رسالت کے لئے پسند فرمایا ہے۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۖ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا
مَّا تُؤْمِنُونَ ۖ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۖ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۖ
تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۚ

کہ بے شک یہ قرآن بزرگ رسول کا قول ہے ○ یہ کسی شاعر کا قول نہیں (افسوس) تمہیں بہت کم یقین ہے ○ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے افسوس بہت کم نصیحت
نے رہے ہو ○ (یہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا ہے ○

(آیت: ۲۴۰-۲۴۲) رسول کریم سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اس کی اضافت حضور کی طرف سے اس لئے کی گئی کہ اس کے مبلغ اور پہنچانے والے آپ ہی ہیں۔ اسی لیے لفظ رسول لائے کیونکہ رسول تو پیغام اپنے بھیجنے والا کا پہنچاتا ہے گو زبان اس کی ہوتی ہے لیکن کہا ہوا بھیجنے والے کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ نکویر میں اس کی نسبت اس رسول کی طرف کی گئی ہے جو فرشتوں میں سے ہیں۔ فرمان ہے إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ الخ یعنی یہ قول اس بزرگ رسول کا ہے جو قوت والا اور مالک عرش کے پاس رہنے والا ہے۔ وہاں اس کا کہنا مانا جاتا ہے اور ہے بھی وہ امانت دار۔ اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا تمہارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھوں نہیں بلکہ آپ نے حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی صورت میں صاف کناروں پر دیکھا بھی ہے اور وہ پوشیدہ علم پر بخیل بھی نہیں نہ یہ شیطان رجیم کا قول ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ تو یہ شاعر کا کلام ہے نہ کاہن کا قول ہے البتہ تمہارے ایمان میں اور نصیحت حاصل کرنے میں کمی ہے پس کبھی تو اپنے کلام کی نسبت رسول انسی کی طرف کی اور کبھی رسول ملکی کی طرف اس لئے کہ یہ اس کے پہنچانے والے لانے والے اور اس پر ایمن ہیں۔ ہاں دراصل کلام کس کا ہے؟ اسے بھی ساتھ ہی ساتھ بیان فرمادیا کہ یہ اتارا ہوا رب العالمین کا ہے۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام: ﷺ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے سے پہلے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کے پاس گیا، دیکھا کہ آپ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں میں بھی گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، آپ نے سورہ الحاقہ شروع کی جسے سن مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا، آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان ہی کم ہے تو میں نے کہا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے۔ ادھر آپ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں تم نے نصیحت ہی کم لی ہے۔ اب آپ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پوری سورت ختم کی فرماتے ہیں یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور رو گئے رو گئے میں اسلام کی سچائی گھس گئی پس یہ بھی منجملہ ان اسباب کے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کا باعث ہوئے ایک خاص سبب ہے ہم نے آپ کے اسلام لانے کی پوری کیفیت سیرت عمر میں لکھ دی ہے۔ واللہ الحمد والمنہ۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۖ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۖ
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۖ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ

حٰجِرَيْنۙ ۞ وَ اِنَّهٗ لَتَذٰكِرَةٌۭ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَبۡ
مِّنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌۭ عَلٰی الْكَافِرِيْنَ ۞ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ
الْيَقِيْنَ ۞ فَسَبِّحْ بِاِسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۵۱

اور اگر یہ ہم پر کوئی بھی بات بنالیتا ہے ○ تو البتہ ہم اس کا دہانا ہاتھ پکڑ کر ○ پھر اس کی رگ دل کاٹ دیتے ○ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ تھا ○
یقیناً یہ قرآن پر ہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے ○ ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اس کے جھٹلانے والے ہیں ○ بیشک یہ جھٹلانا کافروں پر حسرت
ہے ○ اور بے شک وہ شبہ یقینی حق ہے ○ پس تو اپنے بزرگ پروردگار کی پاکی بیان کیا کر ○

ہدایت اور شفا قرآن حکیم: ☆ ☆ (آیت ۴۴-۵۲) یہاں فرمان باری ہے کہ جس طرح تم کہتے ہو اگر فی الواقع ہمارے یہ رسول ایسے
ہی ہوتے کہ ہماری رسالت میں کچھ کمی بیشی کر ڈالتے یا ہماری نہ کہی ہوئی بات ہمارے نام سے بیان کر دیتے تو یقیناً اسی وقت ہم انہیں بدترین
سزا دیتے یعنی اپنے دائیں ہاتھ سے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر اس کی وہ رگ کاٹ ڈالتے جس پر دل معلق ہے اور کوئی ہمارے اس کے درمیان
بھی نہ آ سکتا کہ اسے بچانے کی کوشش کرے پس مطلب یہ ہوا کہ حضور رسالت مآب ﷺ سچے پاک باز رشد و ہدایت والے ہیں اسی لئے
اللہ تعالیٰ نے زبردست تبلیغی خدمت آپ کو سونپ رکھی ہے اور اپنی طرف سے بہت سے زبردست معجزے اور آپ کے صدق کے سب
بہترین بڑی بڑی نشانیاں آپ کو عنایت فرما رکھی ہیں۔ پھر فرمایا یہ قرآن متقیوں کے لئے تذکرہ ہے جیسے اور جگہ ہے کہ کہہ دو یہ قرآن
ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمان تو اندھے بہرے ہیں۔ پھر فرمایا باوجود اس صفائی اور کھلے حق کے ہمیں بخوبی معلوم
ہے کہ تم میں سے بعض اسے جھوٹا بتلاتے ہیں یہ تکذیب ان لوگوں کے لئے قیامت کے دن باعث حسرت و افسوس ہوگی یا یہ مطلب کہ یہ
قرآن اور اس پر ایمان حقیقتاً کفار پر حسرت کا باعث ہوگا۔ جیسے اور جگہ ہے اسی طرح ہم اسے گنہگاروں کے دلوں میں اتارتے ہیں کہ وہ اس
پر ایمان نہیں لاتے۔ ایک اور جگہ ہے وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ اِنَّ فِيْ خَوَافِهِمْ حِجَابًا دِیَا گیا ہے۔ پھر فرمایا
یہ خبر بالکل سچ حق اور بے شک و شبہ ہے پھر اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ اس قرآن کے نازل کرنے والے رب عظیم کے نام کی بزرگیاں اور
پاکیزگیاں بیان کرتے رہو۔ اللہ کے فضل سے سورۃ الحاقہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المعارج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۭ بِعَذَابٍۭ وَّاقِعٍۭ ۞ لِّلْكَافِرِيْنَ لَیْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۞
مِّنْ اِلٰهِ ذٰی الْمَعَارِجِ ۞ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ
اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍۭ كَانَ مَقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۞ فَاَصْبِرْ
صَبْرًا جَمِیْلًا ۞ اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ۞ وَ نَرٰهُ قَرِیْبًا ۞

اللہ تعالیٰ بخشش و رحم کرنے والے کے نام سے شروع

ایک طلب کرنے والے نے اس عذاب کی خواہش کی جو ہونے والا ہے ○ کافروں پر جسے کوئی ہٹانے والا نہیں ○ اس اللہ کی طرف سے جو بیڑھیوں والا ہے ○ جس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں۔ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے ○ پس تو بھلی طرح صبر کر ○ بیشک یہ اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں ○ اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں ○

کافروں کا عذاب الہی کی طلب کرنا: ☆ ☆ (آیت ۱-۷) بَعْدَآبٍ مِّنْ جُوبٍ ہے وہ بتا رہی ہے کہ یہاں فعل کی تفسیم ہے گویا کہ فعل مقدر ہے یعنی یہ کافر عذاب کے واقع ہونے کی طلب میں جلدی کر رہے ہیں جیسے اور جگہ ہے وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللَّهُ وَعْدَهُ اَلْح یعنی یہ عذاب مانگنے میں عجلت کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا یعنی اس کا عذاب یقیناً اپنے وقت مقررہ پر آ کر ہی رہے گا۔ نسائی میں حضرت ابن عباسؓ سے وارد ہے کہ کافروں نے عذاب خدا مانگا جو ان پر یقیناً آنے والا ہے یعنی آخرت میں ان کی اس طلب کے الفاظ بھی دوسری جگہ قرآن میں منقول ہیں کہتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ اُنْزِلْنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ یعنی خدایا! اگر یہ تیرے پاس سے حق ہے اور تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمارے پاس کوئی دردناک عذاب لا۔ ابن جریر وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ عذاب کی وادی ہے جو قیامت کے دن عذابوں سے بہ نکلے گی، لیکن یہ قول ضعیف ہے اور مطلب سے بہت دور ہے۔ صحیح قول پہلا ہی ہے جس پر روش کلام کی دلالت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اور ان پر آپڑنے والا ہے جب آ جائے گا تو اسے دور کرنے والا نہیں اور نہ کسی میں اتنی طاقت ہے کہ اسے ہٹا سکے۔

معارج سے مراد: ذی المعارج کے معنی ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق درجوں والا یعنی بلند لوں اور بزرگیوں والا اور حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں مراد معارج سے آسمان کی بیڑھیاں ہیں، قتادہ کہتے ہیں فضل و کرم اور نعت و رحم والا یعنی یہ عذاب اس اللہ کی طرف سے ہے جو ان صفتوں والا ہے اس کی طرف فرشتے اور روح چڑھتے ہیں۔ روح کی تفسیر میں حضرت ابوصالحؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک قسم کی مخلوق ہے انسان تو نہیں لیکن انسانوں سے بالکل مشابہ ہے، میں کہتا ہوں ممکن ہے اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں اور یہ عطف ہو عام پر خاص کا اور ممکن ہے کہ اس سے مراد بنی آدم کی روحیں ہوں اس لئے کہ وہ بھی قبض ہونے کے بعد آسمان کی طرف چڑھتی ہیں جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ والی لمی حدیث میں ہے کہ جب فرشتے پاک روح نکالتے ہیں تو اسے لے کر ایک آسمان سے دوسرے پر چڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں گواہ بعض راویوں میں کلام ہے لیکن یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی شہادت میں حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث بھی ہے جیسے کہ پہلے بروایت امام احمد ترمذی اور ابن ماجہؒ زربجی ہے جس کی سند کے راوی ایک جماعت کی شرط پر ہیں، پہلی حدیث بھی مسند احمد ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ میں ہے ہم نے اس کے الفاظ اور اس کے طرق کا بیض بیان آیت يُنَبِّئُ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا کی تفسیر میں کر دیا ہے۔

روز قیامت کتنا بڑا ہے: ☆ ☆ پھر فرمایا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے اس میں چار قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد وہ دوری ہے جو اسفل السفلین سے عرش معلیٰ تک ہے اور اسی طرح عرش کے نیچے سے اوپر تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اور عرش معلیٰ سرخ یا قوت کا ہے جیسے کہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب 'صفة العرش' میں ذکر کیا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے حکم کی انتہا نیچے کی زمین سے آسمانوں کے اوپر تک کی پچاس ہزار سال کی ہے اور ایک دن ایک ہزار سال کا ہے یعنی آسمان سے زمین تک اور زمین سے آسمان تک ایک دن میں جو ایک ہزار سال کے برابر ہے اس لئے کہ آسمان و زمین کا فاصلہ پانچ سو سال کا ہے، یہی روایت دوسرے طریق سے حضرت مجاہدؒ کے قول سے مروی ہے حضرت ابن عباسؓ کے قول سے نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے ابن ابی حاتم میں

روایت ہے کہ ہر زمین کی موٹائی پانچ سو سال کے فاصلہ کی ہے اور ایک زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی دوری ہے تو سات ہزار یہ ہو گئے اسی طرح آسمان تو چودہ ہزار سال یہ ہوئی اور ساتویں آسمان سے عرش عظیم تک چھتیس ہزار سال کا فاصلہ ہے یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا ہے تب سے لے کر قیامت تک کی اس کے بقا کی آخری مدت پچاس ہزار سال کی ہے چنانچہ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کی کل عمر پچاس ہزار سال کی ہے اور یہی ایک دن ہے جو اس آیت میں مراد لیا گیا ہے۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں دنیا کی پوری مدت یہی ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر گزر گئی اور کتنی باقی ہے بجز اللہ تبارک و تعالیٰ کے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دن وہ ہے جو دنیا اور آخرت میں فاصلہ کا ہے۔ حضرت محمد بن کعبؒ یہی فرماتے ہیں لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے حضرت ابن عباسؓ سے یہ بسند صحیح مروی ہے حضرت عکرمہؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔ ابن عباسؓ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ قیامت کے دن کو اللہ تعالیٰ کافروں پر پچاس ہزار سال کا کر دے گا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا یہ دن تو بہت ہی بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ مومن پر اس قدر ہلکا ہو جائے گا کہ دنیا کی ایک فرض نماز کی ادائیگی میں جتنا وقت لگتا ہے اس سے بھی کم ہوگا۔ یہ حدیث ابن جریر میں بھی ہے اس کے دوراوی ضعیف ہیں واللہ اعلم۔

بے زکوٰۃ جانور قیامت کو وبال جان: ☆☆ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص گزرالوگوں نے کہا حضرت یہ اپنے قبیلے میں سب سے بڑا مالدار ہے۔ آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا کیا واقعی تم سب سے زیادہ مالدار ہو؟ اس نے کہا ہاں میرے پاس رنگ برنگ سینکڑوں اونٹ، قسم قسم کے غلام، اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے گھوڑے وغیرہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دیکھو خبردار! ایسا نہ ہو کہ یہ جانور اپنے پاؤں سے تمہیں روندیں اور اپنے سینگوں سے تمہیں ماریں۔ بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ عامری کے چہرے کارنگ اڑ گیا اور اس نے کہا حضرت یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو اپنے اونٹوں کا حق ادا نہ کرے ان کی سختی میں اور ان کی آسانی میں اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک چٹیل لمبے چوڑے صاف میدان میں چت لٹائے گا اور ان تمام جانوروں کو خوب موٹا تازہ کر کے حکم دے گا کہ اسے روندتے ہوئے چلو چنانچہ ایک ایک کر کے اسے کچلتے ہوئے گزریں گے جب آخر والا گزر جائے گا تو اول والا لوٹ کر آ جائے گا یہی عذاب اسے ہوتا رہے گا اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فاصلہ ہو جائے پھر وہ اپنا راستہ دیکھ لے گا۔ اسی طرح گائے گھوڑے بکری وغیرہ یہی سینگ دار جانور اپنے سینگوں سے بھی اسے مارتے جائیں گے کوئی ان میں بے سینگ کا یا ٹوٹے ہوئے سینگ والا نہ ہوگا۔ عامری نے پوچھا اے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ! فرمائیے اونٹوں میں خدا کا حق کیا ہے؟ فرمایا مسکینوں کو سواری کے لئے تحفہ دینا، غرباء کے ساتھ سلوک کرنا، دودھ پینے کے لیے جانور دینا ان کے نروں کی ضرورت جنہیں مادہ کے لئے ہوا نہیں مانگا ہو اب قیمت دینا یہ حدیث ابو داؤد اور نسائی میں بھی دوسری سند سے مذکور ہے۔

زکوٰۃ کے بغیر مال کی سزا: ☆☆ مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ جو سونے چاندی کے خزانے والا اس کا حق ادا نہ کرے اس کا سونا چاندی تختیوں کی صورت میں بنایا جائے گا اور جہنم کی آگ میں تپا کر اس کی پیشانی، کروٹ اور پیٹھ داغی جائے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے کر لے اس دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی سے پچاس ہزار سال کی ہوگی پھر وہ اپنا راستہ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔ پھر آگے بکریوں اور اونٹوں کا بیان ہے جیسے اوپر گزرا اور یہ بھی بیان ہے کہ گھوڑے تین قسم کے لوگوں کے لئے ہیں۔ ایک تو اجر دلانے والے

مشغول ہوں گے کہ دوسرے کا حال پوچھنے کا بھی ہوش نہیں سب آپادھانی میں پڑے ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ایک دوسرے کو دیکھے گا، پہچانے گا لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا، جیسے اور جگہ ہے لِحْلِ اَمْرِیْ مِنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَأْنٌ یُّغْنِیْہُ یعنی ہر ایک ایسے مشغلے میں لگا ہوا ہوگا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہ دے گا۔ ایک اور جگہ فرمان ہے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کے اور اولاد اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گی۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے گو قرابت دار ہوں لیکن کوئی کسی کا بوجھ نہ بٹائے گا۔ ایک اور جگہ فرمان ہے فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَلَا یَتَسَاءَلُوْنَ یعنی صور پھونکتے ہی سب آپس کے رشتے ناطے اور پوچھ گچھ ختم ہو جائے گی ایک اور جگہ فرمان ہے یَوْمَ یَفْرُ الْمَرْءُ اِلٰی رَجُلٍ یعنی اس دن انسان اپنے بھائی، ماں باپ، بیوی اور فرزند سے بھاگتا پھرے گا، ہر شخص بوجہ اپنی پریشانیوں کے دوسرے سے غافل ہوگا، یہ وہ دن ہوگا کہ اس دن ہر گنہگار بے دل چاہے گا کہ انی اولاد کو اپنے ذمہ میں دے کر جہنم کے آج کے عذاب سے چھوٹ جائے اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے رشتے کنبے کو اور اپنے خاندان اور قبیلے کو بلکہ چاہے تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسے آزاد کر دیا جائے۔ آہ کیا ہی دلگداز منظر ہے کہ اپنے پیچھے کے مٹروں کو اپنی شاخوں اور اپنی جڑوں کو سب کے سب کو آج فدا کرنے پر تیار ہے تاکہ خود بخ جائے۔

فَصِیْلَہ کے معنی ماں کے بھی کئے گئے ہیں غرض تمام تر محبوب ہستیوں کو اپنی طرف سے بھیٹ میں دینے پر دل سے رضا مند ہوگا لیکن کوئی چیز کام نہ آئے گی، کوئی بدلہ اور فدیہ نہ کھے گا، کوئی عوض اور معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا بلکہ اس آگ کے عذابوں میں ڈالا جائے گا جو اونچے اونچے اور تیز تیز شعلے پھینکنے والی اور سخت بھڑکنے والی ہے، جو سر کی کھال تک جھلکا کر کھینچ لاتی ہے بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپڑی پھلی کر دیتی ہے ہڈیوں سے گوشت الگ کر دیتی ہے، رگ ٹھٹھے کھینچ لگتے ہیں، ہاتھ پاؤں اٹھنے لگتے ہیں، پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں، چہرہ بگڑ جاتا ہے، ہر عضو بدل جاتا ہے، چیخ پکار کرتا رہتا ہے ہڈیوں کا چور کرتی رجمتی ہے کھالیں جلائے جاتی۔ یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے والوں کو جنہوں نے دنیا میں بدکاریاں اور اللہ کی نافرمانیاں کی تھیں پکارتی ہے، پھر جس طرح پرند جانور دانہ چگتا ہے اسی میدان محشر میں سے ایسے بدلوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر چن لیتی ہے، اب ان کی بد اعمالیاں بیان ہو رہی ہیں کہ یہ دل سے جھٹلانے والے اور بدن سے عمل چھوڑ دینے والے تھے، یہ مال کو جمع کرنے والے اور سر بند کر کے رکھ چھوڑنے والے تھے، اللہ تعالیٰ کے ضروری احکام میں بھی مالی خرچ کرنے سے بھاگتے تھے بلکہ زکوٰۃ تک ادا نہ کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے سمیٹ سمیٹ کر سنت سینت کر نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے روک لے گا۔ حضرت عبداللہ بن حکم رضی اللہ عنہ تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کبھی تھیلی کا منہ ہی نہ باندھتے تھے۔ امام حسن بصری فرماتے ہیں اے ابن آدم! اللہ تعالیٰ کی وعید سن رہا ہے پھر مال سمیٹا جا رہا ہے؟ حضرت قتادہ فرماتے مال کے جمع کرنے میں حلال حرام کا پاس نہ رکھتا تھا اور فرمان الہی ہوتے ہوئے بھی خرچ کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ؕ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَاِذَا
مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۚ اِلَّا الْمُسْلِمِيْنَ ؕ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ
دٰیْمُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ؕ لِّلْسَاۤئِلِ
وَالْمَحْرُوْمِؕ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ؕ

بے شک انسان بڑے کچھ دل والا بنایا گیا ہے ۝ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے بڑا اٹھتا ہے ۝ اور جب راحت ملتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے ۝ مگر وہ

انسان بے صبرا، بخیل اور کنجوس بھی ہے: ☆ ☆ (آیت: ۱۹-۲۶) یہاں انسانی جبلت کی کمزوری بیان ہو رہی ہے کہ یہ بڑا ہی بے صبرا ہے، مصیبت کے وقت تو مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے باؤ لاسا ہو جاتا ہے، گویا دل اڑ گیا اور گویا اب کوئی آس باقی نہیں رہی اور راحت کے وقت بخیل کنجوس بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ڈکار جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بدترین چیز انسان میں بے حد بخیلی اور اعلیٰ درجہ کی نامردی ہے (ابوداؤد) پھر فرمایا کہ ہاں اس مذموم خصلت سے وہ لوگ دور ہیں جن پر خاص فضل الہی ہے اور جنہیں توفیق خیر ازل سے مل چکی ہے، جن کی صفیت یہ ہیں کہ وہ پورے نمازی ہیں، وقتوں کی نگہبانی کرنے، واجبات نماز کو اچھی طرح بجالانے، سکون، اطمینان اور خشوع و خضوع سے باندی کے ساتھ ادا کرنے والے۔

اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بیشک ان کے رب کے عذاب سے کوئی بے خوف نہیں کیا گیا ○ اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ ہاں ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جن کے وہ مالک ہیں انہیں کوئی ملامت نہیں ○ اب جو کوئی اس کے علاوہ ڈھونڈے وہ لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں ○ اور جو اپنی امانتوں کی اور اپنے قول قرار کی رعایت کرنے والے ہیں ○ اور جو اپنی گواہیوں پر سیدھے اور قائم ہیں ○

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا کہ حضرت دانیال بیغبر نے امت محمد ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسی نماز پڑھے گی کہ اگر قوم نوح ایسی نماز پڑھتی تو ڈوبتی نہیں اور قوم عاد کی اگر ایسی نماز ہوتی تو ان پر بے برکتی کی ہوائیں نہ بھیجی جاتیں اور اگر قوم ثمود کی نماز ایسی ہوتی تو انہیں چیخ سے ہلاک نہ کیا جاتا۔ پس اے لوگو! نماز کو اچھی طرح پابندی سے پڑھا کرو مومن کا یہ زیور اور اس کا بہترین خلق ہے۔ پھر فرماتا ہے ان کے مالوں میں حاجت مندوں کا بھی مقررہ حصہ ہے، سَائِل اور مَحْرُوم کی

پوری تفسیر سورۃ ذاریات میں گزر چکی ہے۔ یہ لوگ حساب اور جزا کے دن پر بھی یقین کامل اور پورا ایمان رکھتے ہیں، اسی وجہ سے وہ اعمال کرتے ہیں جن سے ثواب پائیں اور عذاب سے چھوٹیں۔ پھر ان کی صفت بیان ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے اور خوف کھانے والے ہیں، جس عذاب سے کوئی عقل مند انسان بے خوف نہیں رہ سکتا ہاں جسے اللہ امن دے اور یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کو حرام کاری سے روکتے ہیں، جہاں اللہ کی اجازت نہیں اس جگہ سے بچاتے ہیں، ہاں اپنی بیویوں اور اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہیں، سو اس میں ان پر کوئی ملامت اور الاہا نہیں، لیکن جو شخص ان کے علاوہ اور جگہ یا اور طرح اپنی شہوت رانی کر لے وہ یقیناً حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا ہے۔ ان دونوں آیتوں کی پوری تفسیر قد اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ میں گزر چکی ہے، یہاں دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ امانت کے ادا کرنے والے وعدوں اور وعیدوں، قول اور قرار کو پورا کرنے والے اور اچھی طرح نباہنے والے ہیں، نہ خیانت کریں نہ بدعہدی اور وعدہ شکنی کریں۔ یہ کُل صفتیں مومنوں کی ہیں اور ان کا خلاف کرنے والا منافق ہے۔ جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے منافق کی تین خصلتیں ہیں جب کبھی بات کرے جھوٹ بولے، جب کبھی وعدہ کرے خلاف کرے، جب امانت دیا جائے خیانت کرے۔ ایک اور روایت میں ہے جب کبھی عہد کرے تو زور دے اور جب بھی جھگڑے گا لیاں بولے۔ یہ اپنی شہادتوں کی بھی حفاظت کرنے والے ہیں یعنی نہ اس میں کمی کریں نہ زیادتی نہ شہادت دینے سے بھاگیں نہ اسے چھپائیں جو چھپالے وہ گنہگار دل والا ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۳۵﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿۳۶﴾

اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ○ یہی لوگ جنتوں میں عزت و اکرام کئے جائیں گے ○

(آیت ۳۴-۳۵) پھر فرمایا وہ اپنی نماز کی پوری چوکی کرتے ہیں یعنی وقت پر ارکان اور واجبات اور مستحبات کو پوری طرح بجالا کر نماز پڑھتے ہیں، یہاں یہ بات خاص توجہ کے لائق ہے کہ ان جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے شروع وصف میں بھی نماز کی ادائیگی کا بیان کیا اور ختم بھی اسی پر کیا، پس معلوم ہوا کہ نماز امر دین میں عظیم الشان کام ہے اور سب سے زیادہ شرافت اور فضیلت والی چیز بھی یہی ہے اس کا ادا کرنا سخت ضروری اور اس کا بندوبست نہایت ہی تاکید والا ہے۔ سورۃ قد اَفْلَحَ المومنون میں بھی ٹھیک اسی طرح بیان ہوا ہے اور وہاں ان اوصاف کے بعد بیان فرمایا ہے کہ یہی لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث فردوس ہیں اور یہاں فرمایا یہی لوگ جنتی ہیں اور قسم قسم کی لذتوں اور خوشبوؤں سے عزت و اقبال کے ساتھ سرور و مظلوظ ہیں۔

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مَهْطِعِينَ ﴿۳۷﴾ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿۳۸﴾ أَيْطَمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿۳۹﴾ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِرُونَ ﴿۴۱﴾ عَلَىٰ أَنْ تُبَدَّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۴۲﴾

لائیں، ہم عاجز نہیں ○

کے پاس آئے اور وہ متفرق طور پر حلقے حلقے تھے تو فرمایا میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورتوں میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ (احمد)

ابن جریر میں اور سند سے بھی مروی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کیا ان کی چاہت ہے کہ جنت نعیم میں داخل کئے جائیں؟ ایسا نہ ہوگا یعنی جب ان کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ کے دائیں بائیں کترا جاتے ہیں پھر ان کی یہ چاہت پوری نہیں ہو سکتی بلکہ یہ جنمی گروہ ہے اب جس چیز کو یہ محال جانتے تھے اس کا بہترین ثبوت ان ہی کی معلومات اور اقرار سے بیان ہو رہا ہے کہ جس نے تمہیں ضعیف پانی سے پیدا کیا ہے جیسے کہ خود تمہیں بھی معلوم ہے پھر کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا؟ جیسے اور جگہ ہے اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ کیا ہم نے تمہیں نا قدرے پانی سے پیدا نہیں کیا؟ فرمان ہے فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ خُلُقِهِ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور چھاتی کے درمیان سے نکلتا ہے یقیناً وہ اللہ اس کے لوانے پر قادر ہے جس دن پوشیدگیاں کھل جائیں گی اور کوئی طاقت نہ ہوگی نہ مددگار۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے مجھے قسم ہے اس کی جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور مشرق و مغرب متعین کی اور ستاروں کے چھپنے اور ظاہر ہونے کی جگہیں مقرر کر دیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! جیسا تمہارا اگمان ہے ویسا معاملہ نہیں کہ نہ حساب کتاب ہو نہ حشر نشر ہو بلکہ یہ سب یقیناً ہونے والی چیزیں ہیں۔ اسی لئے قسم سے پہلے ان کے باطل خیال کی تکذیب کی اور اسے اس طرح ثابت کیا کہ اپنی قدرت کاملہ کے مختلف نمونے ان کے سامنے پیش کئے مثلاً آسمان وزمین کی ابتدائی پیدائش اور حیوانات، جمادات اور مختلف قسم کی مخلوق کی موجودگی۔ جیسے اور جگہ ہے لَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرَ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ یعنی آسمان و زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بہت بڑا ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کرنے پر اللہ قادر ہے تو چھوٹی چیزوں کی پیدائش پر کیوں قادر نہ ہوگا؟ جیسے اور جگہ ہے أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَلَمْ يَكُنْ يَنْتَظِرْ بَقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں نہ تھا۔ کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک وہ قادر ہے اور ایک اس پر کیا ہر ایک چیز پر اسے قدرت حاصل ہے ایک دوسری جگہ ارشاد ہے أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ یعنی کیا زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ان کے مثل پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ ہاں ہے اور وہی پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے وہ جس چیز کا ارادہ کرے کہہ دیتا ہے کہ ہو جاوہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔ یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ مشرق اور مغرب کے پروردگار کی قسم ہم ان کے ان جسموں کو جیسے یہ اب ہیں اس سے بھی بہتر صورت میں بدل ڈالنے پر پورے پورے قادر ہیں کوئی چیز کوئی شخص اور کوئی کام ہمیں عاجز اور در ماندہ نہیں کر سکتا۔ اور جگہ ارشاد ہے اَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ لَنْ نَجْمَعَ الخ، کیا کسی شخص کا یہ گمان ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کر سکیں گے؟ غلط گمان ہے بلکہ ہم تو اس کی پور پور جمع کر کے ٹھیک ٹھاک بنادیں گے اور فرمایا نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ الخ، ہم نے تمہارے درمیان موت مقدر کر دی ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں کہ تم جیسوں کو بدل ڈالیں اور تمہیں اس نئی پیدائش میں پیدا کریں جسے تم جاننے بھی نہیں۔ پس ایک مطلب تو آیت مندرجہ بالا کا یہ ہے دوسرا مطلب امام ابن جریر نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہم قادر ہیں اس امر پر کہ تمہارے بدلے ایسے لوگ پیدا کر دیں جو ہمارے مطیع و فرمانبردار ہوں اور ہماری نافرمانیوں سے رکے رہنے والے ہوں جیسے اور جگہ فرمان ہے وَ إِنْ تَتَوَلَّوْا الخ، یعنی اگر تم نے منہ موڑا تو اللہ تمہارے سوا اور قوم کو لائے گا اور وہ تم جیسی نہ ہو گی، لیکن پہلا مطلب دوسری آیتوں کی صاف دلالت کی وجہ سے زیادہ ظاہر ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

فَذَرَهُمْ يَخْضَوْنَ وَيَلْعَبُونَ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوْعَدُونَ ۖ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَانَهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۖ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلَّةً ذَلَّةً ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۖ

پس تو انہیں جھگڑتا کیلتا چھوڑ دے یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن سے ملیں جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے ہیں ○ جس دن یہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی تھان کی طرف تیز تیز جا رہے ہیں ○ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلت چھا رہی ہوگی یہ ہے وہ دن جس کا یہ وعدہ دیئے جاتے تھے ○

دنیا میں ڈھیل ☆ ☆ (آیت ۴۲-۴۳) پھر فرماتا ہے اے نبی! انہیں ان کے جھٹلانے، کفر کرنے، سرکشی میں بڑھنے ہی میں چھوڑ دو جس کا وبال ان پر اس دن آئے گا جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے، جس دن اللہ تعالیٰ انہیں بلائے گا اور یہ میدان محشر کی طرف جہاں انہیں حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بت یا علم، تھان اور چلے کو چھونے اور ذنوت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں مارے شرم و ندامت کے نگاہیں زمین گڑی ہوئی ہوں گی اور چہروں پر پھنکار برس رہی ہوگی یہ ہے دنیا میں اللہ کی اطاعت سے سرکشی کرنے کا نتیجہ! اور یہ ہے وہ دن جس کے ہونے کو آج محال جانتے ہیں اور ہنسی مذاق میں نبی شریعت اور کلام الہی کی حقارت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قیامت کیوں قائم نہیں ہوتی؟ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟

الحمد للہ سورہ معارج کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ نوح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ
 قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِ
 لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اِنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْنَ ۝
 يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسْتَيٍّ اِنْ
 اَجَلَ اللّٰهُ اِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ بخشش و رحم کرنے والے کے نام سے ○

یقیناً ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا دے اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب آئے ○ نوح نے کہا اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف ڈرانے والا ہوں ○ تم اللہ کی عبادت کرو اسی سے ڈرو اور میرا کہنا مانو ○ تو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایک وقت مقررہ تک چھوڑ دے گا - یقیناً اللہ کا وعدہ جب آ جاتا ہے تو موقوف نہیں رکھا جاتا، کاش کہ تمہیں سمجھ ہوتی ○

عذاب سے پہلے نوح علیہ السلام کا قوم سے خطاب: ☆ ☆ (آیت: ۱-۴) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو اگر وہ توبہ کر لیں گے اور اللہ کی طرف جھکنے لگیں گے تو عذاب خدا ان سے اٹھ جائیں گے - حضرت نوح علیہ السلام نے یہ ربانی پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا اور صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کا ذرا اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں جو کام رب نے تم پر حرام کئے ہیں ان سے بچو گناہ کے کاموں سے الگ تھلگ رہو جو میں کہوں بجا لاؤ جس سے روکوں رک جاؤ میری سالت کی تصدیق کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا - يَغْفِرُ لَكُمْ مِنْ ذُنُوْبِكُمْ میں لفظ من یہاں زائد ہے اثبات کے موقع پر بھی کبھی لفظ من زائد آ جاتا ہے جیسے عرب کے مقولے فَذَكَانَ مِنْ مَطَرٍ میں - اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ معنی میں عن کے ہو بلکہ ابن جریر تو اسی کو پسند فرماتے ہیں - اور یہ قول بھی ہے کہ من تبعض کے لئے ہے یعنی تمہارے کچھ گناہ معاف فرمادے گا یعنی وہ گناہ جن پر سزا کا وعدہ ہے اور بڑے بڑے گناہ ہیں اگر تم نے یہ تینوں کام کئے تو وہ معاف ہو جائیں گے اور جن عذابوں سے وہ تمہیں اب تمہاری ان خطاؤں اور غلط کاریوں کی وجہ سے برباد کرنے والا ہے اس عذاب کو بنادے گا اور تمہاری عمریں بڑھا دے گا - اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اطاعت خدا نیک سلوک اور صلہ رحمی سے حقیقتاً عمر بڑھ جاتی ہے - حدیث میں یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے - پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیک اعمال اس سے پہلے کر لو کہ اللہ کا عذاب آ جائے اس لئے کہ جب وہ آ جاتا ہے پھر نہ اسے کوئی ہٹا سکتا ہے نہ روک سکتا ہے اس بڑے کی بڑائی نے ہر چیز کو پست کر رکھا ہے اس کی عزت و عظمت کے سامنے تمام مخلوق پست ہے -

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۖ فَلَمْ يَزِدْهُمْ
دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۖ وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ
جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصْرُوا
وَاسْتَكْبَرُوا وَاسْتَكْبَرُوا ۖ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۖ ثُمَّ إِنِّي
أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۖ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا
رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۖ يُرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۖ

نوح نے کہا اے میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن تیری طرف بلایا ○ مگر میرے بلانے سے یہ بھاگنے میں اور بڑھتے ہی گئے ○ میں نے جب کبھی انہیں تیری طرف بخشش کے لئے بلایا انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور اڑ گئے اور سخت سرکشی کی ○ پھر میں نے انہیں با آواز بلند بلایا ○ اور بیشک میں نے ان سے اعلان یہ بھی کیا اور چپکے چپکے بھی اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشاؤ وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے ○ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا ○

نوسو سال صد ابصر اکے بعد بھی ایک پیغمبر نہ کوشش ☆ ☆ (آیت: ۵-۱۱) یہاں بیان ہو رہا ہے کہ ساڑھے نو سو سال تک کی لمبی مدت میں کس کس طرح حضرت نوح نبی نے اپنی قوم کو رشد و ہدایت کی طرف بلایا، قوم نے کس کس طرح اعراض کیا، کیسی کیسی اذیتیں خدا کے پیارے پیغمبر کو پہنچائیں اور کس طرح اپنی ضد پراڑ گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام بطور شکایت کے جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ خدا یا! میں نے تیرے حکم کی پوری طرح سرگرمی سے تعمیل کی، تیرے فرمان عالی شان کے مطابق نہ نہ کو دن سمجھانے رات کو رات بلکہ دھن باندھے ہر وقت انہیں راہ راست کی دعوت دیتا رہا لیکن اسے کیا کروں کہ جس دل سوزی سے میں انہیں نیکی کی طرف بلاتا رہا وہ اسی سختی سے مجھ سے بھاگتے رہے، حق سے روگردانی کرتے رہے یہاں تک ہوا کہ میں نے ان سے کہا آؤ رب کی سنتو کہ رب بھی تمہیں بخشے لیکن انہوں نے میرے ان الفاظ کا سننا بھی گوارا نہ کیا کان بند کر لئے۔ یہی حال کفار قریش کا تھا کہ کلام اللہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ جیسے ارشاد ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَعَوْنَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ یعنی کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھا جاتا ہو تو شور و غل کرو تا کہ تم غالب رہو۔ قوم نوح نے جہاں اپنے کانوں میں انگلیاں ڈالیں وہاں اپنے منہ بھی کپڑوں سے چھپائے تاکہ وہ پہچانے بھی نہ جائیں اور نہ کچھ سنیں! اپنے شرک و کفر پر ضد کے ساتھ اڑ گئے اور اتباع حق سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ اس سے بے پرواہی کی اور اسے حقیر جان کر تکبر سے پیٹھ پھیری۔

حضرت نوح فرماتے ہیں عام لوگوں کے مجمع میں بھی میں نے انہیں کہا سنا با آواز بلند ان کے کان کھول دیئے اور بسا اوقات ایک ایک کو چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ غرض تمام جتن کر لئے کہ یوں نہیں یوں سمجھ جائیں اور یوں نہیں تو یوں راہ راست پر آجائیں، میں نے ان سے کہا کہ کم از کم تم اپنی بدکاریوں سے توبہ ہی کر لو وہ خدا غفار ہے ہر جھکنے والے کی طرف توجہ فرماتا ہے اور خواہ اس سے کیسے ہی بد سے بدتر اعمال سرزد ہوئے ہوں ایک آن میں معاف فرما دیتا ہے اور یہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی وہ تمہیں تمہارے استغفار کی وجہ سے طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور درود دکھ سے بچالے گا۔ وہ تم پر خوب موسلا دھار بارش برسائے گا۔ یہ یاد رہے کہ قحط سالی کے موقع پر جب نماز استسقاء کے لئے مسلمان نکلیں تو مستحب ہے کہ اس نماز میں اس سورت کو پڑھیں۔ اس کی ایک دلیل تو یہی آیت ہے دوسرے خلیفہ المسلمین حضرت عمر فاروق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل بھی یہی ہے۔ آپ سے مروی ہے کہ بارش مانگنے کے لئے جب آپ نکلے تو منبر پر چڑھ کر آپ نے خوب استغفار کیا اور استغفار والی آیتوں کی تلاوت کی جن میں ایک آیت یہ بھی تھی۔ پھر فرمانے لگے کہ بارش کو میں نے بارش کی تمام راہوں سے جو آسمان میں ہیں طلب کر لیا ہے یعنی وہ احکام ادا کئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمایا کرتا ہے۔

وَيُمِدُّكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ
 أَنْهَرًا ۖ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۖ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۚ
 أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا ۚ
 وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۚ وَاللَّهُ آتِبْتُكُمْ
 مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۚ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۚ
 وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا ۚ لِيَتَسْلَكُوا مِنْهَا سُبُلًا
 فِجَاجًا ۚ

اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا ○ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی بزرگی کا عقیدہ نہیں رکھتے ○ حالانکہ اس نے تمہیں مختلف طور سے پیدا کیا ہے ○ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کر دیئے ○ اور ان میں چاند کو خوب جگہ بنایا اور سورج کو روشن چراغ بنایا ○ اور تم کو زمین سے ایک خاص طریقے سے پیدا کیا ○ پھر تمہیں اسی میں لوٹا لے جائے گا اور ایک خاص طریقہ سے پھر نکالے گا ○ اور تمہارے لئے زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش بنا دیا ○ تاکہ تم اس کی کشادہ راہوں میں چلو پھرو ○

استغفار اور باران رحمت ☆ ☆ (آیت ۱۱: ۲۰) حضرت نوح فرماتے ہیں اے میری قوم کے لوگو! تم اگر استغفار کرو گے تو بارش کے ساتھ ہی ساتھ رزق کی برکت بھی تمہیں ملے گی زمین و آسمان کی برکتوں سے تم مالا مال ہو جاؤ گے کھیتیں خوب ہوں گی جانوروں کے تھن دودھ سے پر رہیں گے مال و اولاد میں ترقی ہوگی قسم قسم کے پھلوں سے لدے پھدے باغات تمہیں نصیب ہوں گے جن کے درمیان چو طرف صاف اور بابرکت پانی کی ریل پیل ہوگی ہر طرف نہریں اور دریا جاری ہو جائیں گے۔ اس طرح رغبتیں دلا کر پھر ذرا خوف زدہ بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے قائل کیوں نہیں ہوتے؟ اس کے عذابوں سے بے باک کیوں ہو گئے ہو؟ دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کن کن حالات میں کس کس لوٹ پھیر کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ پہلے پانی کی بوند پھر جامد خون پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اور صورت پھر اور حالت وغیرہ۔ اسی طرح دیکھو تو سہی کہ اس نے ایک پر ایک اس طرح آسمان پیدا کئے خواہ وہ صرف سننے سے ہی معلوم ہوئے ہوں یا ان وجہ سے معلوم ہوئے ہوں جو محسوس ہیں جو ستاروں کی چال اور ان کے کسوف سے سمجھی جاسکتی ہیں جیسے کہ اس علم والوں کا بیان ہے۔ گو اس میں بھی ان کا سخت تر اختلاف ہے کہ کواکب چلنے پھرنے والے بڑے بڑے سات ہیں ایک ایک کو بے نور کر دیتا ہے سب سے قریب آسمان دنیا میں تو چاند ہے جو دوسروں کو ماند کئے ہوئے ہے اور دوسرے آسمان پر عطار دے تیسرے میں زہرہ ہے چوتھے میں سورج ہے پانچویں میں مریخ ہے چھٹے میں مشتری ساتویں میں زحل اور باقی کواکب جو ثوابت ہیں وہ آٹھویں میں ہیں جس کا نام یہ لوگ فلک ثوابت رکھتے ہیں اور ان میں سے جو شروع والے ہیں وہ اسے کرسی کہتے ہیں اور نواں فلک ان کے نزدیک اطلس اور اشیر ہے

جس کی حرکت ان کے خیال میں افلاک کی حرکت کے خلاف ہے اس لئے کہ دراصل اس کی حرکت اور حرکتوں کا مبداء ہے وہ مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتا ہے اور باقی سب آسمان مشرق سے مغرب کی طرف اور انہی کے ساتھ کو اکب بھی گھومتے پھرتے رہتے ہیں لیکن سیاروں کی حرکت افلاک کی حرکت کے بالکل برعکس ہے وہ سب مغرب سے مشرق کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ان میں کا ہر ایک اپنے آسمان کا پھیر اپنی مقدور کے مطابق کرتا ہے چاند تو ہر ماہ میں ایک بار سورج ہر سال میں ایک بار زل ہر تیس سال میں ایک مرتبہ مدت کی یہ کمی بیشی باعتبار آسمان کی لمبائی چوڑائی کے ہے ورنہ سب کی حرکت سرعت میں بالکل مناسبت رکھتی ہے۔

یہ خلاصہ ان کی تمام تر باتوں کا جس میں ابن میں آپس میں بھی بہت کچھ اختلاف ہے۔ نہ ہم اسے یہاں وارد کرتا چاہتے ہیں نہ اس کی تحقیق و تفتیش سے اس وقت کوئی غرض ہے۔ مقصود صرف اس قدر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سات آسمان بنائے ہیں اور وہ اوپر تلے ہیں پھر ان میں سورج چاند پیدا کیا ہے دونوں کی چمک دمک اور روشنی اور اجالا الگ الگ ہے جس سے دن رات کی تمیز ہو جاتی ہے پھر چاند کی مقررہ منزلیں اور بروج ہیں پھر اس کی روشنی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ بالکل چھپ جاتا ہے اور ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ اپنی پوری روشنی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے مہینے اور سال معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں هُوَ الَّذِي الشَّمْسُ ضِيَاءُ الْخُ وَاللَّهُ هُوَ الَّذِي الشَّمْسُ ضِيَاءُ الْخُ اللہ وہ ہے جس نے سورج، چاند خوب روشن چمکدار بنائے اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تمہیں سال اور حساب معلوم ہو جائیں ان کی پیدائش حق ہی کے ساتھ ہے۔ عالموں کے سامنے قدرت الہی کے یہ نمونے الگ الگ موجود ہیں۔

انسان مٹی سے پیدا ہوا: ☆☆ پھر فرمایا اللہ نے تمہیں زمین سے اگایا۔ اس مصدر نے مضمون کو بے حد لطیف کر دیا پھر تمہیں مار ڈالنے کے بعد اسی مین لوناٹے گا پھر قیامت کے دن اسی سے تمہیں نکالے گا جیسے اول دفعہ پیدا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارا فرش بنا دیا اور وہ ہلے جلتے نہیں اس لئے اس پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے اسی زمین کے کشادہ راستوں پر تم چلتے پھرتے ہو اسی پر رتے سب سے ہوا دھر سے ادھر جاتے آتے ہو غرض حضرت نوح علیہ السلام کی یہ ہے کہ عظمت خدا اور قدرت خدا کے نمونے اپنی قوم کے سامنے رکھ کر انہیں آمادہ کر رہے ہیں کہ زمین و آسمان کی برکتوں کے دینے والے ہر چیز کے پیدا کرنے والے عالی شان قدرت کے رکھنے والے رازق خالق اللہ کا کیا تم پر اتنا بھی حق نہیں کہ تم اسے پوجو اس کا لحاظ رکھو اور اس کے کہنے سے اس کے سچے نبی کی راہ اختیار کرو۔ تمہیں ضرور چاہئے کہ صرف اسی کی عبادت کرو کسی اور کو نہ پوجو۔ اس جیسا اس کا شریک اس کا ساجھی اس کا مثل کسی کو نہ جانو اسے جو رو سے اور اسے بیٹوں پوتوں سے اسے وزیر و شیر سے اسے مثل و نظیر سے پاک مانو اسی کو بلند و بالا اسی کو عظیم و اعلیٰ جانو۔

قَالَ نُوحٌ رَبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَا
لَهُ وَوَلَدَهُ الْاِخْسَارَ ۝ وَمَكْرُؤًا مَّكْرًا كَبِيرًا ۝ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ
الِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا ۝ وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ
وَسُرًّا ۝ وَقَدْ اَضَلُّوا كَثِيرًا ۝ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ الْاَضْلٰكًا ۝

نوحؑ نے کہا اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میری تو نافرمانی کی اور ایسوں کی فرمانبرداری کی جنہیں ان کے مال و اولاد نے نقصان ہی میں بڑھایا ہے ○ اور ان لوگوں نے بڑا سخت فریب کیا ○ اور کہہ دیا کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ دوسو معبود و یغوث و یعوق و سر کو ○ چھوڑنا اور انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ اے اللہ! تو ان ظالموں کی گمراہی ہی بڑھا ○

نوح علیہ السلام کی بارگاہ الہی میں روداد غم: ☆ ☆ (آیت: ۲۱-۲۳) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی گزشتہ شکایتوں کے ساتھ ہی جناب باری میں اپنی قوم کے لوگوں کی اس روش کو بھی بیان کیا کہ میری پکار کو جو ان کے لئے سراسر نفع بخش تھی انہوں نے کان تک نہ لگایا ہاں اپنے مالداروں اور بے فکروں کی مان لی جو تیرے امر سے بالکل غافل تھے اور مال و اولاد کے پیچھے مست تھے، کوئی الواقع وہ مال و اولاد بھی ان کے لئے سراسر وبال جان تھا کیونکہ ان کی وجہ سے وہ پھولتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو بھولتے تھے اور زیادہ نقصان میں اترتے جاتے تھے۔

وَلَذَہُ کی دوسری قرأت وَلَذَہُ بھی ہے اور ان رئیسوں نے جو مال و جاہ والے تھے ان سے بڑی مکاری کی۔ کُبَّار کُبَّار دونوں معنی میں کبیر کے ہیں معنی بہت بڑا۔ قیامت کے دن بھی یہ لوگ یہی کہیں گے کہ تمہارا دن رات مکاری سے ہمیں کفر و شرک کا حکم کرنا اور ان بڑوں نے ان چھوٹوں سے کہا کہ اپنے ان بتوں کو جنہیں تم پوجتے رہے ہرگز نہ چھوڑنا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قوم نوح کے بتوں کو کفار عرب نے لے لیا، دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب و دکو پوجتے تھے، ہذیل قبیلہ سواح کا پرستار تھا اور قبیلہ مراد پھر قبیلہ بنو جو صرف کے رہنے والے تھے یہ شہر سبستی کے پاس ہے، یثوت کی پوجا کرتا تھا، ہملان قبیلہ یعوق کا بجاری تھا آل ذی کلاں کا قبیلہ حمیر نسرت کا ماننے والا تھا یہ سب بت دراصل قوم نوح کے صالح بزرگ اولیاء اللہ لوگ تھے، ان کے انتقال کے بعد شیطان نے اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں ڈالی کہ ان بزرگوں کی عبادت گاہوں میں ان کی کوئی یادگار قائم کریں چنانچہ انہوں نے وہاں نشان بنادیئے اور ہر بزرگ کے نام پر انہیں مشہور کیا، جب تک یہ لوگ زندہ رہے تب تک تو اس جگہ کی پرستش نہ ہوئی لیکن ان نشانات اور یادگار قائم کرنے والے لوگوں کے مرجانے کے بعد اور علم کے اٹھ جانے کے بعد جو لوگ آئے بوجہ جہالت کے انہوں نے باقاعدہ ان جگہوں کی اور ان ناموں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ حضرت مکرّمہ، حضرت ضحاک، حضرت قتادہ، حضرت ابن اسحاق، بھی یہی فرماتے ہیں۔

قوم نوح میں مشرک کی ابتدا: ☆ ☆ حضرت محمد بن قیسؒ فرماتے ہیں یہ بزرگ عابد اللہ والے، اولیاء اللہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے سچے تابع فرمان صالح لوگ تھے جن کی پیروی اور لوگ بھی کرتے تھے، جب یہ مر گئے تو ان کے مقتدیوں نے کہا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو ہمیں عبادت میں خوب دلچسپی رہے گی اور شوق عبادت ان بزرگوں کی صورتیں دیکھ کر بڑھتا رہے گا چنانچہ ایسا ہی کیا جب یہ لوگ بھی مرکھپ گئے اور ان کی نسلیں آئیں تو شیطان نے انہیں یہ گھٹی پلائی کہ تمہارے بڑے ان کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور انہیں سے بارش وغیرہ مانگتے تھے چنانچہ انہوں نے اب باقاعدہ ان بزرگوں کی تصویروں کی پرستش شروع کر دی۔ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیث علیہ السلام کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے تھے، بیس لڑکے بیس لڑکیاں، ان میں سے جن کی بڑی عمریں ہوئیں ان میں ہاتیل، قابیل، صالح اور عبدالرحمن تھے جن کا پہلا نام عبدالجبارؑ تھا اور وہ تھا جنہیں شیث اور بہتہ اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ تمام بھائیوں نے سرداری انہیں کو دے رکھی تھی، ان کی اولاد یہ چاروں تھے یعنی سواح، یثوت، یعوق، سواح اور نسر۔ حضرت عروہ بن زبیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیماری کے وقت ان کی اولاد دو، یثوت، یعوق، سواح اور نسر تھی۔ ودان سب میں بڑا اور سب سے نیک سلوک تھا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے تھے اور لوگوں نے یزید بن مہلب کا ذکر کیا آپ نے فارغ ہو کر فرمایا سنو وہ وہاں قتل کیا گیا جہاں سب سے پہلے غیر اللہ کی پرستش ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک دیندار ولی اللہ مسلمان جسے لوگ بہت چاہتے تھے اور بڑے معتقد تھے وہ مر گیا، یہ لوگ مجاور بن کر اس کی قبر پر بیٹھ گئے اور رونانا پینٹنا اور اسے یاد کرنا شروع کیا اور بڑے بے چین اور مصیبت زدہ ہو گئے، ابلیس لعین نے یہ دیکھ کر انسانی صورت میں ان کے پاس آ کر ان سے کہا کہ اس بزرگ کی یادگار کیوں قائم نہیں کر لیتے؟ جو ہر وقت تمہارے

سامنے رہے اور تم اسے نہ بھولو۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ ابلیس نے اس بزرگ کی تصویر بنا کر ان کے پاس کھڑی کر دی جسے دیکھ دیکھ کر یہ لوگ اسے یاد کرتے تھے اور اس کی عبادت کے تذکرے رہتے تھے جب وہ سب اس میں مشغول ہو گئے تو ابلیس نے کہا تم سب کو یہاں آنا پڑتا ہے اس لئے یہ بہتر ہوگا کہ میں اس کی بہت سی تصویریں بنا دوں تم انہیں اپنے اپنے گھروں میں ہی رکھ لو وہ اس پر بھی راضی ہوئے اور یہ بھی ہو گیا۔ اب تک صرف یہ تصویریں اور یہ بت بطور یادگار کے ہی تھے مگر ان کی دوسری پشت میں جا کر براہ راست ان ہی کی عبادت ہونے لگی۔ اصل واقعہ سب فراموش کر گئے اور اپنے باپ دادوں کو بھی ان کی عبادت کرنے والا سمجھ کر خود بھی بت پرستی میں مشغول ہو گئے ان کا نامود تھا اور یہی پہلا وہ بت ہے جس کی پوجا اللہ کے سوا کی گئی۔ انہوں نے بہت مخلوق کو گمراہ کیا اس وقت سے لے کر اب تک عرب و عجم میں اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش شروع ہو گئی اور مخلوق خدا بہک گئی۔ چنانچہ خلیل اللہ علیہ السلام اپنی دعا میں عرض کرتے ہیں میرے رب مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بجا خدایا انہوں نے اکثر مخلوق کو بے راہ کر دیا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے لئے بد دعا کرتے ہیں کیونکہ ان کی سرکشی، ضد اور عداوت حق خوب ملاحظہ فرما چکے تھے تو کہتے ہیں کہ خدایا! انہیں گمراہی میں اور بڑھادے جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونوں کے لئے بد دعا کی تھی کہ پروردگار ان کے مال تباہ کر دے اور ان کے دل سخت کر دے انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہو جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں چنانچہ دعائے نوح قبول ہوتی ہے اور قوم نوح بہ سب اپنی تکذیب کے غرق کر دی جاتی ہے۔

مِمَّا خَطِيئَتُهُمْ أُغْرِقُوا فَأَدْخَلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُونِ
اللَّهِ أَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ
الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ۝ إِنَّكَ إِن تَذَرَهُمْ يَضِلُّوا عِبَادَكَ
وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاكِراً كَفَّارًا ۝ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ
وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ
الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ۝

یہ لوگ بہ سب اپنے گناہوں کے ذبودینے گئے اور جہنم میں پہنچا دینے گئے اور اللہ نے سوائے ان کوئی مددگار ○ انہوں نے نہ پایا اور حضرت نوح نے کہا ات میرے پالنے والے اتور دے زمین پر کسی کافر کو رہنے دے والا نہ چھوڑ ○ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یقیناً یہ تیرے اور بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان کے ہاں جو مال بچے ہوں گے وہ بھی بدکار ناشکرے ہوں گے ○ ات میرے پروردگار اتو مجھے اور میرے ماں باپ کو اور جو بھی ایماندار ہو کر میرے گھر میں آئے اور تمام مومن مردوں اور کل ایماندار عورتوں کو بخش دے اور کافروں کو سوا ہلاکت کے اور کچھ نہ بڑھا ○

کثرت گناہ تباہی کو دعوت دینا ہے: ☆ ☆ (آیت: ۲۵-۲۸) خَطِيئَتَانِهِمْ کی دوسری قرأت خطایاھم بھی ہے۔ فرماتا ہے کہ اپنے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے یہ لوگ ہلاک کر دیئے گئے۔ ان کی سرکشی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی ان کی مخالفت و دشمنی رسول حد سے تیز رگنی تو انہیں پانی میں ڈبو دیا گیا اور یہاں سے آگ کے گڑھے میں دھکیل دیئے گئے اور کوئی نہ کھڑا ہوا جو انہیں ان عذابوں سے بچا سکتا۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ یعنی آج کے دن عذاب خدا سے کوئی نہیں بچا سکتا صرف وہی نجات یافتہ ہوگا جس پر خدا رحم کرے۔ نوح نبی علیہ السلام ان بد نصیبوں کی اپنے قادر و ذوالجلال الہ کی ڈیوڑھی

پر اپنا ماتھا رکھ کر فریاد کرتے ہیں اور اس مالک سے ان پر آفت و عذاب نازل کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں کہ اب تو ان ناشکروں میں سے خدایا ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ اور یہی ہوا بھی کہ سارے کے سارے غرقاب کر دیئے گئے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا گناہ جو باپ سے الگ رہا تھا وہ بھی نہ بچ سکا سمجھا تو یہ تھا کہ پانی میرا کیا گاڑ لے گا میں کسی بڑے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا لیکن وہ پانی تو نہ تھا وہ تو غضب الہی تھا وہ تو بددعا تھی نوح تھا اس سے بھلا کون بچا سکتا تھا؟ پانی اسے وہیں جالیتا ہے اور اپنے باپ کے سامنے باتیں کرتے کرتے ڈوب مرتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر طوفان نوح میں خدا تعالیٰ کسی پر رحم کرتا تو اس کے لائق وہ عورت تھی جو پانی کو اٹھاتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور پہاڑ پر چڑھ جاتی ہے جب پانی وہاں بھی چڑھتا ہے تو بچے کو اٹھا کر اپنے مونڈھے پر بٹھالیتی ہے جب پانی وہاں پہنچتا ہے تو سر پر بٹھالیتی ہے جب پانی سر تک جا چڑھتا ہے تو اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر سر سے بلند اٹھالیتی ہے لیکن آخر پانی وہاں تک پہنچتا ہے اور ماں بیٹا ڈوب جاتے ہیں پس اگر اس دن زمین کے کافروں میں سے کوئی بھی قابل رحم ہوتا تو یہ بھی مگر یہ بھی نہ بچا سکی۔ یہ حدیث غریب ہے لیکن راوی اس کے سب ثقہ ہیں۔

دعاۓ نوح: ☆☆ الغرض روئے زمین کے کافر غرق کر دیئے گئے صرف وہ باایمان ہستیاں باقی رہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھیں اور حکم خدا حضرت نوح نے انہیں اپنے ساتھ اپنی کشتی میں سوار کر لیا تھا۔ چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو سخت تلخ اور دریہ نہ تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اپنی ناامیدی کو ظاہر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدایا میری چاہت ہے کہ ان تمام کفار کو برباد کر دیا جائے ان میں سے جو بھی باقی بچ رہا وہی دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا اور جو نسل اس کی پھیلے گی وہ بھی اسی جیسی بدکار اور کافر ہوگی۔ ساتھ ہی اپنے لئے بخشش طلب کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں میرے رب مجھے بخش میرے والدین کو بخش اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں آجائے اور ہو بھی وہ باایمان۔ گھر سے مراد مسجد بھی لی ہے لیکن عام مراد یہی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن ہی کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہ سہہ اور صرف پرہیزگار ہی تیرا کھانا کھائیں۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف اسی اسناد سے یہ حدیث معروف ہے۔ پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہیں اور کہتے ہیں تمام ایماندار مرد و عورت کو بھی بخش خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ۔ اسی لئے مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی دعا میں دوسرے مومنوں کو بھی شامل رکھے تاکہ حضرت نوح علیہ السلام کی اقتدا بھی ہو اور ان حدیثوں پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں ہیں اور وہ دعائیں بھی آجائیں جو منقول ہیں پھر دعا کے خاتمے پر کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ ان کافروں کو تو تباہی و بربادی بلاکت اور نقصان میں ہی بڑھا تارہ دنیا و آخرت میں بربادی رہیں۔ الحمد للہ سورہ نوح کی تفسیر بھی ختم ہو گئی۔

تفسیر سورۃ الجن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاَمْنًا بِہٖ وَلٰکِنۡ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ وَآنَہٗ تَعْلٰی جَدُّ رَبِّنَاۤ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ وَآنَہٗ کَانَ یَقُوْلُ سَفِیْہُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا ۙ

اللہ رحمان ورحیم کے نام سے شروع ○

تو کہہ! مجھے وحی کی گئی کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا ہم نے عجیب قرآن سنا ہے ○ جو براہ راست سمجھاتا ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے اب ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے ○ بے شک ہمارے رب کی بڑی بلند شان ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد ○ یقیناً ہم میں سے بیوقوفوں نے اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگا دیں ○

جنات پر قرآن حکیم کا اثر: ☆ ☆ (آیت: ۱-۴) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرماتا ہے کہ اپنی قوم کو اس واقعہ کی اطلاع دو کہ جنوں نے قرآن کریم سنا، اسے سچا مانا، اس پر ایمان لائے اور اس کے مطیع بن گئے۔ تو فرماتا ہے کہ اے نبی! تم کہو میری طرف وحی کی گئی کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن کریم سنا اور اپنی قوم میں جا کر خبر کی کہ آج ہم نے عجیب و غریب کتاب سنی جو سچا اور نجات کا راستہ بتلاتی ہے، ہم تو اسے مان چکے، ناممکن ہے کہ اب ہم خدا کے ساتھ کسی اور کی عبادت کریں۔ یہی مضمون ان آیتوں میں گزر چکا ہے وَاذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ الْخِلْعَ یعنی جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف لوٹایا کہ وہ قرآن سنیں اور اس کی تفسیر حدیثوں سے وہیں ہم بیان کر چکے ہیں، یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ پھر یہ جنات اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ہمارے رب کے کام قدرت اور امر بہت بلند و بالا بڑا ذیشان اور ذی عزت ہے۔ اس کی نعمتیں، قدرتیں اور مخلوق پر مہربانیاں بہت بادقت ہیں، اس کی جلالت و عظمت بلند پایہ ہے، اس کا جلال و اکرام بڑھا چڑھا ہے، اس کا ذکر بلند رتبہ ہے، اس کی شان اعلیٰ ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جد کہتے ہیں باپ کو! اگر جنات کو یہ علم ہوتا کہ انسانوں میں جد ہوتا ہے تو وہ خدا کی نسبت یہ لفظ نہ کہتے، یہ قول گو سندا قوی ہے لیکن کلام بنتا نہیں اور کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا، ممکن ہے اس میں کچھ کلام چھوٹ گیا ہو واللہ اعلم۔

اللہ کی پکٹائی پر جنات کی گواہی: ☆ ☆ پھر اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ خدا اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو۔ پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بیوقوف یعنی شیطان خدا پر جھوٹی تہمت رکھتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مراد اس سے عام ہو یعنی جو شخص خدا کی اولاد اور بیوی ثابت کرتا ہے بے عقل ہی جھوٹ بکتا ہے، باطل عقیدہ رکھتا ہے اور ظالمانہ بات منہ سے نکالتا ہے۔ جنات کے بہکنے کا سبب: پھر فرماتے ہیں کہ ہم تو اسی خیال میں تھے کہ جن و انس خدا پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے لیکن قرآن سن کر معلوم ہوا کہ یہ دونوں جماعتیں رب العالمین پر تہمت رکھتی تھیں، دراصل خدا کی ذات اس عیب سے پاک ہے۔

وَاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اللّٰهِ
كَذِبًا ۚ وَاَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ
مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۚ وَاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ
اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ

اور ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ناممکن ہے کہ انسان اور جنات اللہ پر جھوٹی باتیں لگائیں ○ بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے ○ انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا کہ اللہ کسی کو نہ بھیجے گا ○

(آیت: ۵-۷) پھر کہتے ہیں کہ جنات کے زیادہ بہکنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ انسان جب کبھی کسی جنگل یا ویرانے میں

جاتے ہیں تو جنات کی پناہ طلب کیا کرتے ہیں جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے عرب کی عادت تھی کہ جب کبھی کسی پڑاؤ پر اترتے تو کہتے کہ اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اور سمجھتے تھے کہ ایسا کہہ لینے کے بعد تمام جنات کے شر سے ہم محفوظ ہو جاتے ہیں جس طرح کسی شہر میں جاتے تو وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لے لیتے تاکہ شہر کے اور دشمن لوگ انہیں ایذا نہ پہنچائیں۔ جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی یہی پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھگئی اور انہوں نے اور بری طرح انسانوں کو ستانا شروع کیا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جنات نے یہ حالت دیکھ کر انسانوں کو اور خوف زدہ کرنا شروع کیا اور انہیں طرح طرح سے ستانے لگے۔

پہلے جنات انسانوں سے ڈرتے تھے: ☆☆ دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ جس جنگل بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں یا ہماری اولاد و مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرأت بڑھ گئی اور اب طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا انہوں نے شروع کیا وہ گناہ میں خوف میں طغیانی اور سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

کروم بن ابوسائب انصاری کہتے ہیں میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کے لئے باہر نکلا اس وقت حضور کی بعثت ہو چکی تھی اور مکہ شریف میں آپ بحیثیت پیغمبر ظاہر ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے آدھی رات کے وقت ایک بھیڑ یا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور پکار کر کہنے لگا اے اس جنگل کے آباد رکھنے والے! تیری پناہ میں آیا ہوا شخص لٹ گیا۔ ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا کہ اے بھیڑیے! اس بکری کو چھوڑ دے تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور یوڑ میں مل گئی اسے زخم بھی نہیں لگا تھا۔ یہی بیان اس آیت میں ہے جو اللہ کے رسول پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے بسا ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا بھی جن ہی ہو اور بکری کے بچے کو پکڑ لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ دیا ہو تاکہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سن کر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث وہ اور گمراہ ہوں اور خدا کے دین سے خارج ہو جائیں واللہ اعلم۔ یہ مسلمان جن اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اے جنوں! جس طرح تمہارا گمان تھا اسی طرح انسان بھی اسی خیال میں تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔

وَاِنَّا لَمُسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَهَا مِلَّتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهَبًا لَّهُوَ اَنَا
كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْمَعُ الْاَن يَجِدْلَهُ
شُهَابًا رَّصَدًا وَاِنَّا لَا نَذَرُ اَشْرَارٍ اُرِيدُ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ
اَمْرًا رَادَّ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا

ہم نے آسمان نازل دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پر پایا اس سے پہلے ہم ہاتھیں سننے کے لئے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے لیکن اب جو کان لگائے وہ ایک شعلے کا پانی تاک میں پاتا ہے ○ ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب کا ارادہ ان کے ساتھ بھلائی کا ہے ○ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے جنات: ☆☆ (آیت: ۸-۱۰) آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے کسی جگہ بیٹھتے

اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آ کر کاہنوں کو خبر دیتے تھے اور کاہن ان باتوں کو بہت کچھ نمک مرچ لگا کر اپنے ماننے والوں سے کہتے: اب جب حضورؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپؐ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو آسمانوں پر زبردست پہرے بٹھا دیئے گئے اور ان شیاطین کو پہلے کی طرح وہاں جا بیٹھے اور باتیں اڑالانے کا موقع نہ رہا تا کہ قرآن کریم اور کاہنوں کا کلام غلط ملط نہ ہو جائے اور حق کے متلاشی کو دقت واقع نہ ہو۔ یہ مسلمان جنات اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے چھوٹ کر آتے ہیں کہ خطائی نہیں کرتے، جلا کر حلسا دیتے ہیں اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے حقیقی مراد کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی اور بھلائی کا ہے۔ خیال کیجئے کہ یہ مسلمان جن کس قدر ادب داں تھے کہ برائی کی اسناد کے لئے کسی فاعل کا ذکر نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس چوکیداری اس حفاظت سے کیا مطلب ہے اسے ہم نہیں جانتے۔

ستارے کیوں جھڑتے ہیں؟ ☆☆ اسی طرح حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ خدایا! تیری طرف سے شر اور برائی نہیں۔ ستارے اس سے پہلے بھی کبھی کبھی جھڑتے تھے لیکن اس طرح کثرت سے ان کا آگ برسانا قرآن کریم کی حفاظت و صیانت کے باعث ہوا تھا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک ستارہ جھڑا اور بڑی روشنی ہو گئی تو آپؐ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ پہلے اسے جھڑتا دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے؟ ہم نے کہا حضورؐ ہمارا خیال تھا کہ یا تو یہ کسی بڑے کے تولد پر جھڑتا ہے یا کسی بڑے کی موت پر آپؐ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا آسمان پر فیصلہ کرتا ہے۔ یہ حدیث پورے طور پر سبائ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ دراصل ستاروں کا بکثرت گرنّا جنات کا ان سے ہلاک ہونا آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا، ان کا آسمان کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا باعث بنا کہ یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے چو طرف تلاش شروع کر دی کہ کیا وجہ ہوئی ہے جو ہمارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا؟ چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گزر عرب میں ہوا اور یہاں رسول اللہ ﷺ کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس نبی کی بعثت اور اس کلام کا نزول ہی سبب ہے ہماری بندش کا پس خوش نصیب سمجھدار جن تو مسلمان ہو گئے بانی اور جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ سورہ اتحاف کی آیت **وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ** میں اس کا پورا بیان گزر چکا ہے ستاروں کا جھڑنا آسمان کا محفوظ ہو جانا جنات ہی کے لئے نہیں بلکہ انسانوں کے لئے بھی ایک خوفناکی کی علامت تھی وہ گھبرا رہے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے نتیجہ کیا ہو؟ اور عموماً انبیاء کی تشریف آوری اور دین اللہ کے اظہار کے وقت ایسا ہوتا بھی تھا۔

حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ شیاطین اس سے پہلے آسانی بیٹھوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی آپس کی باتیں اڑالایا کرتے تھے۔ جب حضورؐ پیغمبر بنائے گئے تو ایک رات ان شیاطین پر بڑی شعلہ باری ہوئی جسے دیکھ کر اہل طائف گھبرا گئے کہ شاید آسمان والے ہلاک ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ تابڑ توڑ ستارے ٹوٹ رہے ہیں شعلے اڑ رہے ہیں اور دور دور تک تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں انہوں نے اپنے غلام آزاد کرنے اپنے جانور راہ لہد چھوڑنے شروع کر دیئے آخر عبد یلیل بن عمرو بن عمیر نے ان سے کہا کہ اے طائف والو! تم کیوں اپنے مال برباد کر رہے ہو؟ تم نجوم دیکھو اگر ستاروں کو اپنی جگہ پاؤ تو تو سمجھ لو کہ آسمان والے تباہ نہیں ہوئے بلکہ یہ سب کچھ انتظامات صرف ابن ابی کوشہ کے لئے ہو رہے ہیں (یعنی رسول اللہ ﷺ کے لئے) اور اگر تم دیکھو کہ فی الحقیقت ستارے اپنی مقررہ جگہ پر نہیں تو بے شک اہل آسمان کو ہلاک شدہ مان لو۔ انہوں نے نجوم دیکھا تو ستارے سب اپنی مقررہ جگہ پر نظر آئے تب انہیں چین آیا۔ شیاطین میں بھی بھاگ دوڑ مچ گئی یہ ابلیس کے پاس آئے واقعہ کہہ سنایا تو ابلیس نے کہا میرے پاس ہر علاقے کی مٹی لاؤ لائی گئی اس نے سونگھی اور سونگھ کر بتایا کہ اس کا باعث

مکہ میں ہے سات جنات نصیمین کے رہنے والے مکہ پہنچے یہاں حضور علیہ السلام مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر ان کے دل نرم ہو گئے۔ بہت ہی قریب ہو کر قرآن سنا پھر اس کے اثر سے مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دی۔ الحمد للہ ہم نے اس تمام واقعہ کو پورا پورا اپنی کتاب السیرت میں حضور کی نبوت کے آغاز کے بیان میں لکھا ہے واللہ اعلم۔

وَأَنَا مِنَ الصَّالِحِينَ وَمِمَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قَدَدًا ۝
وَأَنَا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ
هَرَبًا ۝

اور یہ کہ بے شک بعض تو ہم میں نیک کار ہیں اور بعض اس کے سوا بھی ہیں۔ ہم مختلف ہیں ○ ہمیں یقین کامل ہو گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہم بھاگ کر اسے ہراکتے ہیں ○

جنات میں بھی کافر اور مسلمان موجود ہیں: ☆ ☆ (آیت ۱۱-۱۲) جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیک کار ہیں بھی اور نیک بھی ہیں ہم مختلف راہوں پر لگے ہوئے تھے۔ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کون سا کھانا پسند ہے؟ اس نے کہا چاول۔ میں نے لادیں تو دیکھا کہ لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانے والا کوئی نظر نہیں آتا میں نے پوچھا جو خواہشات ہم میں ہیں کیا تم میں بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پھر پوچھا کہ رافضی تم میں کیسے گنے جاتے ہیں؟ کہا بدترین۔ حافظ ابو الحجاج مزنی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے۔ ابن عساکر میں ہے حضرت عباس بن احمد دمشقی فرماتے ہیں میں نے رات کے وقت ایک جن کو اشعار میں یہ کہتے سنا کہ دلوں کو محبت خدا نے پر کر دیا ہے یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اس کی جڑیں جم گئی ہیں اور وہ حیران و پریشان ادھر ادھر خدا کی محبت میں پھر رہے ہیں جو ان کا رب ہے۔ انہوں نے مخلوق سے تعلقات کاٹ کر اپنے تعلقات اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر لئے ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں ہمیں معلوم ہو چکا کہ خدا کی قدرت ہم پر حاکم ہے ہم اس سے نہ بھاگ کر بچ سکیں نہ کسی اور طرح اسے عاجز کر سکیں۔ اب غریہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت نامے کو سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے۔ فی الواقع ہے بھی یہ فخر کا مقام۔ اس سے زیادہ شرف اور فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کا کلام فوری اثر کرے۔

وَأَنَا لَمَّا سَمِعْنَا الْمَدَىٰ أَمَّا بِهِ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِرَبِّهِ فَلَا
يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ۝ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمِمَّا
الْقِسْطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَأَمَّا
الْقِسْطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝ وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى
الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَهُمْ مَّاءً غَدَقًا ۝ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَمَنْ يُعْرِضْ
عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝

ہم تو ہدایت سنتے ہی اس پر ایمان لا چکے اور جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے اسے نہ کسی نقصان کا اندیشہ ہے نہ ظلم و ستم کا ○ ہاں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض

بے انصاف ہیں پس جو مسلمان ہو گئے انہوں نے تو راہ راست کا قصد کیا ○ اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے ○ اور (اے نبی! یہ بھی کہہ دو) کہ اگر لوگ راہ راست پر سیدھے رہتے تو یقیناً ہم انہیں بہت کچھ دافریانی پلاتے ○ تاکہ ہم اس میں انہیں آزمائیں اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیرے اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا ○

(آیت ۱۳-۱۷) پھر کہتے ہیں مومن کے نہ تو عمل نیک ضائع ہوں نہ اس پر خواہ مخواہ کی برائیاں لادی جائیں۔ جیسے اور جگہ ہے فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا یعنی نیک کار مومن کو ظلم و نقصان کا ڈر نہیں۔ پھر کہتے ہیں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض حق سے ہٹے ہوئے عدل کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ مسلمان نجات کے متلاشی ہیں اور ظالم جہنم کی لکڑیاں ہیں۔ اس کے بعد کی آیت وَأَنَّ لَوِ اسْتَفَافُوا الْحُكْمَ کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر تمام لوگ اسلام پر اور راہ راست پر اور اطاعت خدا پر جم جاتے تو ہم ان پر بکثرت بارشیں برساتے اور خوب وسعت سے روزیاں دیتے۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ یعنی اگر یہ تورات و انجیل اور آسمانی کتابوں پر سیدھے اترتے تو انہیں آسمان وزمین سے روزیاں ملتیں۔ اور فرمان ہے وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا الْفِتْنَةَ عَلَيْنَا مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ الْحُكْمُ یعنی اگرستی والے ایمان لاتے، متقی بن جاتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتیں کھول دیتے، یہ اس لئے کہ ان کی پختہ جانچ ہو جائے کہ ہدایت پر کون جمار ہوتا ہے اور کون پھر سے گمراہی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ حضرت مقاتلؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں اتری ہے جبکہ ان پر سات سال کا قحط پڑا تھا۔ دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر یہ سب کے سب گمراہی پر جم جاتے تو ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے تاکہ یہ خوب مست ہو جائیں اور اللہ کو بالکل بھول جائیں اور بدترین سزاؤں کے قابل ہو جائیں۔ جیسے فرمان باری ہے فَلَمَّا نَسُوا اللَّهَ فُلُتْ سَافِرَاتُ الْفُلِ یعنی جب وہ نصیحتیں بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے جس سے وہ مست بن گئے کہ ناگہاں ہم نے انہیں پکڑ لیا اور وہ مایوس ہو گئے۔ اسی طرح کی آیت اَيْحَسِبُونَ أَنَّمَا نُنَادِيهِمْ هُمْ هِيَ پھر فرماتا ہے جو بھی اپنے رب کے ذکر سے بے پرواہی برتے، اس کا رب اسے دردناک سخت اور مہلک عذابوں میں مبتلا کرتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ صعد بن جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے اور حضرت سعید بن جبیرؓ کہتے ہیں جہنم کے ایک کنویں کا نام ہے۔

وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۚ وَاللَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۚ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۚ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۚ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتٍ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا يَفْعَلُ الْمُجْرِمُونَ ۚ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۚ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۚ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتٍ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا يَفْعَلُ الْمُجْرِمُونَ ۚ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۚ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۚ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتٍ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مَا يَفْعَلُ الْمُجْرِمُونَ ۚ

اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ ○ اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ بھڑکی بھڑکی کر اس پر جھک پڑیں ○ تو کہہ دے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ○ تو کہہ دے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان و نفع کا اختیار

نہیں ○ کہدے کہ مجھے ہرگز ہرگز کوئی اس سے بچا نہیں سکتا اور ہرگز بھی میں اس کے سوائے کوئی جائے پناہ پانہیں سکتا ○ میں تو صرف اللہ کی طرف سے پہنچا دیتا اور اس کا پیغام سنا دیتا ہوں۔ اب جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نہ مانے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا ○ (ان کی آنکھ نہ کھلی گی) یہاں تک کہ اسے دیکھ لیں جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں پس عنقریب جان لیں گے کہ کس کا مددگار کردار اور کس کی جماعت کم ہے ○

آداب سجدہ اور جنات کا اسلام لانا: ☆ ☆ (آیت: ۱۸-۲۳) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی عبادت کی جگہوں کو شرک سے پاک رکھیں وہاں کسی دوسرے کا نام نہ پکاریں نہ کسی اور کو اللہ کی عبادت میں شریک کریں۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کلیسوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے تو اس امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ نبی بھی اور امت بھی سب تو حید والے رہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس آیت کے نزول کے وقت صرف مسجد اقصیٰ تھی اور مسجد حرام۔ حضرت امّش نے اس آیت کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ جنات نے حضور علیہ السلام سے اجازت چاہی کہ آپ کی مسجد میں اور انسانوں کے ساتھ نماز ادا کریں گویا ان سے کہا جا رہا ہے کہ نماز پڑھو لیکن انسانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں جنوں نے حضورؐ سے کہا کہ ہم تو دور دراز رہتے ہیں نمازوں میں آپ کی مسجد میں کیسے پہنچیں گے؟ تو انہیں کہا جاتا ہے کہ مقصود نماز کا ادا کرنا اور صرف اللہ ہی کی عبادت بجالانا ہے خواہ کہیں ہو۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے شامل ہے تمام مساجد کو۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعضاۃ سجدہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی جن اعضاۃ پر تم سجدہ کرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے ہیں پس تم پر ان اعضاۃ سے دوسرے کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے پیشانی اور ہاتھ کے اشارے سے ناک کو بھی اس میں شامل کر لیا اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں پہنچے۔ آیت لما قام کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنات نے جب حضورؐ کی زبانی تلاوت قرآن سنی تو اس طرح آگے بڑھ کر جھکنے لگے کہ گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھ چلے جاتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنات اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ حضورؐ کے اصحاب کی اطاعت و چاہت کی حالت یہ ہے کہ جب حضورؐ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور اصحاب پیچھے ہوتے ہیں تو برابر اطاعت و اقتدار میں آخر تک مشغول رہتے ہیں گویا ایک حلقہ ہے تیسرا قول یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اللہ کی توحید کا اعلان لوگوں میں کرتے ہیں تو کافر لوگ دانت چاچا کر الجھ جاتے ہیں جنات و انسان مل جاتے ہیں کہ اس امر دین کو منادیں اور اس کی روشنی کو چھپالیں مگر اللہ کا ارادہ اس کے خلاف ہو چکا ہے۔

میں تو کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں: ☆ ☆ یہ تیسرا قول ہی زیادہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ میں تو صرف اپنے رب کا نام جیتا ہوں اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتا۔ یعنی جب دعوت حق اور توحید کی آواز ان کے کان میں پڑی جو مدتوں سے غیر مانوس ہو چکی تھی تو ان کفار نے ایذا رسانی، مخالفت اور تکذیب پر کمر باندھ لی اور حق کو منادینا چاہا اور رسول کی عداوت پر اجماع کر لیا اس وقت ان سے رسولؐ نے کہا کہ میں تو اپنے پالنے والے وحدہ لا شریک لہ کی عبادت میں مشغول ہوں میں اسی کی پناہ میں ہوں اسی پر میرا توکل ہے وہ ہی میرا سہارا ہے مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھو کہ میں کسی اور کے سامنے جھکوں یا اس کی پرستش کروں میں تم جیسا انسان ہوں تمہارے نفع و نقصان کا مالک میں نہیں ہوں میں تو اللہ تعالیٰ کا ایک غلام ہوں اللہ کے بندوں میں سے ایک ہوں تمہاری ہدایت و ضلالت کا مختار و مالک میں نہیں سب چیزیں اللہ کے قبضے میں ہیں میں تو صرف پیغام رساں ہوں اگر میں خود بھی خدا کی معصیت

کروں تو قطعاً خدا مجھے معاف کرے گا اور کسی سے نہ ہو سکے گا کہ مجھے بچالے مجھے کوئی پناہ کی جگہ اس کے سوا نظر ہی نہیں آتی، میری حیثیت صرف مبلغ اور رسول کی ہے۔ بعض تو کہتے ہیں اَلَا کَاثِتًا لَّامِلًا سے ہے یعنی میں نفع و نقصان ہدایت ضلالت کا مالک نہیں میں تو صرف تبلیغ کرنے والا پیغام پہنچانے والا ہوں۔ اور ہو سکتا ہے کہ لَنْ يُجِيرَ يَرْبِي سے یہ استثناء ہو یعنی خدا کے عذابوں سے مجھے صرف میری رسالت کی ادائیگی ہی بچا سکتی ہے۔ جیسے اور جگہ ہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْخ، یعنی اے رسول! تیری طرف جو تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اسے پہنچادے اور اگر تو نے یہ نہ کیا تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں سے بچالے گا۔ نافرمانوں کے لئے بیٹگی والی جہنم کی آگ ہے جس میں سے نہ نکل سکیں نہ بھاگ سکیں۔ جب یہ مشرکین جن وانس قیامت والے دن ذراؤں نے عذابوں کو دیکھ لیں گے اس وقت کھل جائے گا کہ کمزور مددگاروں والا اور بے وقعت گنتی والا کون تھا؟ یعنی مومن ہو بعد یا یہ مشرک۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرکوں کا برائے نام بھی کوئی مدد کرنے والا اس دن نہ ہوگا اور خدائی لشکروں کے مقابلہ پر ان کی گنتی بھی گویا کچھ نہ ہوگی۔

قُلْ إِنْ أَدْرِيْٓ أَقْرَبُ مَّا تُوْعَدُوْنَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّيْٓ
 أَمَدًا ۖ عَلِمَ الْغَيْبُ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۖ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ
 مِنْ رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ
 رَصَدًا ۖ لِّيَعْلَمَٓ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ
 وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۖ

کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم کہ جس کا وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ قریب ہے یا میرا رب اس کے لئے دور کی مدت مقرر کر دے ○ وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ○ سوا اس پیغمبر کے جسے وہ پسند کر لے تو بے شک اس کے بھی آگے پیچھے پھرے دار مقرر کر دیتا ہے ○ اس لئے کہ ان کا اپنے رب کے پیغام پہنچانے کا علم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ان کے آس پاس کی تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کی گنتی کا شمار کر رکھا ہے ○

اللہ کے سوا قیامت کب ہوگی کسی کو معلوم نہیں ☆ ☆ (آیت: ۲۵-۲۸) اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ قیامت کب ہوگی اس کا علم مجھے نہیں بلکہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا وقت قریب ہے یا دور ہے اور لمبی مدت کے بعد آنے والی ہے اس آیه کریمہ میں دلیل ہے۔ اس امر کی کہ اکثر جاہلوں میں جو مشہور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین کے اندر کی چیزوں کا بھی علم رکھتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اس روایت کی کوئی اصل نہیں محض جھوٹ ہے اور بالکل بے اصل روایت ہے، ہم نے تو اسے کسی کتاب میں نہیں پایا ہاں اس کے خلاف صاف ثابت ہے۔ حضور ﷺ سے قیامت کے قائم ہونے کا وقت پوچھا جاتا تھا اور آپ اس کے معین وقت سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے تھے اعرابی کی صورت میں حضرت جبریل علیہ السلام نے بھی آ کر جب قیامت کے بارے سوال کیا تھا تو آپ نے صاف فرمایا تھا کہ اس کا علم پوچھنے والے کو ہے نہ اسے جس سے پوچھا جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک دیہات کے رہنے والے نے با آواز بلند آپ سے دریافت کیا کہ حضور قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا وہ آئے گی ضرور یہ بتا کہ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا میرے پاس روزے نماز کی کثرت تو نہیں البتہ رسول اللہ کی محبت ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تو اس کے ساتھ ہوگا جس کی تجھے محبت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مسلمان کسی

حدیث سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کا ٹھیک وقت آپ کو معلوم نہ تھا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو! اگر تم میں علم ہے تو اپنے تین مردوں میں شمار کیا کرو خدا کی قسم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ایک وقت آنے والی ہے یہاں بھی آپ کوئی مقررہ وقت نہیں بتلاتے۔ ابوداؤد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کیا عجب کہ آدھے دن تک کی مہلت دے دے اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ حضرت سعد سے پوچھا گیا کہ آدھے دن سے کیا مراد ہے فرمایا پانچ سو سال۔

اللہ ہی عالم الغیب ہے: ☆ ☆ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جسے چن لے جیسے اور جگہ ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ یعنی اس کے علم میں سے کسی چیز کو نہیں گھیر سکتے مگر جو اللہ چاہے۔ یعنی رسول خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جیسا اللہ جتنا چاہتا ہے بتلا دیتا ہے بس وہ اتنا ہی جانتے ہیں۔ پھر اس کی مزید تخصیص یہ ہوتی ہے کہ اس کی حفاظت اور ساتھ ہی اس علم کی اشاعت کے لئے جو اللہ نے اسے دیا ہے اس کے آس پاس ہر وقت نگہبان فرشتے مقرر رہتے ہیں۔ لِيَعْلَمَ کی ضمیر بعض نے تو کہا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف ہے یعنی حضرت جبریل کے آگے پیچھے چار چار فرشتے ہوتے تھے تاکہ حضور کو یقین آجائے کہ انہوں نے اپنے رب کا پیغام صحیح طور پر مجھے پہنچایا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں مرجع ضمیر کا اہل شرک ہے یعنی باری باری آنے والے فرشتے نبی اللہ کی حفاظت کرتے ہیں شیطان سے اور اس کی ذریات سے تاکہ اہل شرک جان لیں کہ رسولوں نے رسالت خدا ادا کر دی یعنی رسولوں کو جھٹلانے والے بھی رسولوں کی رسالت کو جان لیں مگر اس میں ذرا نظر ہے۔ یعقوب کی قرأت پیش کے ساتھ ہے یعنی لوگ جان لیں کہ رسولوں نے تبلیغ کر دی اور ممکن ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ جان لے یعنی وہ اپنے رسولوں کی اپنے فرشتے بھیج کر حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ رسالت ادا کر سکیں اور وحی الہی محفوظ رکھ سکیں اور اللہ تعالیٰ جان لے کہ انہوں نے رسالت ادا کر دی۔

جیسے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا یعنی جس قبیلے پر تو تھا اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم رسول کے سچے تابعداروں اور مرتدوں کو جان لیں۔ ایک اور جگہ ہے وَلِيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اور منافقوں کو برابر جان لے گا اور بھی اس قسم کی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے جانتا ہے لیکن اسے ظاہر کر کے بھی جان لیتا ہے اسی لئے یہاں اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہر چیز اور سب کی گنتی اللہ کے علم کے احاطہ میں ہے۔ الحمد للہ سورۃ جن کی تفسیر بھی ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ المزمل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الْمَزْمِلُ قُمْ الْيَلِ إِلَّا قَلِيلًا ۖ نِّصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۖ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۖ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۖ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۖ

اللہ تعالیٰ بہت بڑے بخشنے والے اور بہت زیادہ رحم کرنے والے کے نام سے شروع ○

اے جھرمٹ مار کر کپڑے اوڑھنے والے ○ رات کو تہجد پڑھا کر گر تھوڑی رات ○ آدمی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے ○ یا اس پر بڑھادے اور قرآن کو غہر غہر کر صاف صاف پڑھا کر ○ یقیناً تم تجھ پر بہت بھاری بات عنقریب نازل کریں گے ○ بے شک رات کا اعتنائفس کو خوب کچل دیتا ہے اور بات کو بہت

درست کر دیتا ہے ○

”منزل“ کا مفہوم: ☆ ☆ بزار میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ آؤ مل کر آنحضرت ﷺ کا ایک ایسا نام تجویز کریں کہ سب کی زبان سے وہی نکلے تاکہ باہر کے لوگ ایک ہی آواز سن کر جانیں، تو بعضوں نے کہا ان کا نام کا بن رکھو اس پر اوروں نے کہا درحقیقت وہ کا بن تو نہیں، کہا اچھا پھر ان کا نام مجنون رکھو اس پر بھی اوروں نے کہا کہ وہ مجنون بھی نہیں، پھر بعضوں نے کہا ساحر نام رکھو اس پر اوروں نے کہا وہ ساحر یعنی جادوگر بھی نہیں، غرض وہ کوئی ایسا نام تجویز نہ کر سکے جس پر سب کا اتفاق ہو اور یہ مجمع یوں ہی اٹھ کھڑا ہوا آنحضرت ﷺ یہ خبر سن کر منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہے۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح یعنی اے کپڑا لپیٹ کر اوڑھنے والے! کہہ کر آپ کو مخاطب کیا اس روایت کے ایک راوی معلیٰ بن عبد الرحمن سے گواہی علم کی جماعت روایت لیتی ہے اور اس سے حدیثیں نقل کرتے ہیں لیکن ان کی روایتوں میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جن پر ان کی متابعت نہیں کی جاتی۔

رسول اللہ کو قیام اللیل اور ترتیل قرآن کا حکم: ☆ ☆ (آیت: ۱-۶) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ راتوں کے وقت کپڑے لپیٹ کر سو رہنے کو چھوڑیں اور تہجد کی نماز کے قیام کو اختیار کر لیں۔ جیسے فرمان ہے تَتَجَا فِی حُجُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ان کی کروٹیں بستروں سے الگ ہوتی ہیں اور اپنے رب کو خوف اور لالچ سے پکارتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے رہتے ہیں حضور پوری عمر اس حکم کی بجا آوری کرتے رہے تہجد کی نماز صرف آپ پر واجب تھی یعنی امت پر واجب نہیں ہے۔ جیسے اور جگہ ہے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَتَجَافًّیٰ بِہِ نَافِلَةً لِّكَ النِّحْ راتوں کو تہجد پڑھا کر یہ حکم صرف تجھے ہے تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچانے والا ہے۔ یہاں اس حکم کے ساتھ ہی مقدار بھی بیان فرمادی کہ آدھی رات یا کچھ کم و بیش۔

منزل کے معنی سونے والے اور کپڑا لپٹنے والے کے ہیں اس وقت حضورؐ اپنی چادر اوڑھ لیئے ہوئے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے قرآن کے اچھی طرح لینے والے! تو آدھی رات تک تہجد میں مشغول رہا کر یا کچھ بڑھا گھٹا دیا کر اور قرآن شریف کو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا کہ خوب سمجھتا جائے اس حکم کے بھی حضور عامل تھے۔ حضرت صدیقہ کا بیان ہے کہ آپ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے جس سے بڑی دیر میں سورت ختم ہوتی تھی گویا چھوٹی سی سورت بڑی سے بڑی ہو جاتی تھی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی قرأت کا وصف پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں خوب مد کر کے حضور پڑھا کرتے تھے پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر سنائی جس میں لفظ اللہ پر لفظ رحمان پر لفظ رحیم پر مد کیا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر ہر آیت پر آپ پورا پورا وقف کرتے تھے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر وقف کرتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پڑھ کر وقف کرتے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر وقف کرتے مَا لَیْلَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ پڑھ کر ٹھہرتے۔ یہ حدیث مسند احمد ابوداؤد اور ترمذی میں ہے۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کے قاری سے قیامت والے دن کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور چڑھتا جا اور ترتیل سے پڑھ جیسے دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتا تھا تیرا درجہ وہ ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہو۔ یہ حدیث ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ ہم نے اس تفسیر کے شروع میں وہ احادیث وارد کر دی ہیں جو ترتیل کے مستحب ہونے اور اچھی آواز سے قرآن پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں جیسے وہ حدیث جس میں ہے کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو

اور ہم میں سے وہ نہیں جو خوش آوازی سے قرآن نہ پڑھے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضور کا یہ فرمانا کہ اسے آل داؤد کی خوش آوازی عطا کی گئی ہے اور حضرت ابوموسیٰ کا فرمانا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور اچھے گلے سے زیادہ عمدگی کے ساتھ پڑھتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان کہ ریت کی طرح قرآن کو نہ پھیلاؤ اور شعروں کی طرح قرآن کو بے تہذیبی سے نہ پڑھو اس کے عجائب پر غور کرو اور دلوں میں اثر لیتے جاؤ اور اس کے پیچھے نہ پڑ جاؤ کہ جلد سورت ختم ہو (بنوئی)۔

ایک شخص آ کر حضرت ابن مسعودؓ سے کہتا ہے میں نے مفصل کی تمام سورتیں آج کی رات ایک ہی رکعت میں پڑھ ڈالیں۔ آپ نے فرمایا پھر تو تو نے شعروں کی طرح جلدی جلدی پڑھا ہو گا مجھے وہ برابر برابر کی سورتیں خوب یاد ہیں جنہیں رسول کریم ﷺ ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر مفصل کی سورتوں میں سے بیس سورتوں کے نام لئے کہ ان میں سے دو دو سورتیں حضورؐ ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے ہم تجھ پر عنقریب بھاری بوجھل بات اتاریں گے یعنی عمل میں ثقیل ہوگی اور اترتے وقت بوجہ اپنی عظمت کے گراں قدر ہوگی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری اس وقت آپ کا گھٹنا میرے گھٹنے پر تھا وحی کا اتنا بوجھ پڑا کہ میں تو ڈرنے لگا کہ میری ران کہیں ٹوٹ نہ جائے۔

مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وحی کا احساس بھی آپ کو ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں ایسی آواز سننا ہوں جیسے کسی زنجیر کے بجنے کی آواز ہو میں چپکا ہو جاتا ہوں جب بھی وحی نازل ہوتی ہے مجھ پر اتنا بوجھ پڑتا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری جان نکل جائے گی۔ صحیح بخاری شریف کے شروع میں ہے حضرت حارث بن ہشام پوچھتے ہیں یا رسول اللہ! آپ کے اوپر وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی ہے جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے اور وہ گن گناہٹ کی آواز ختم ہو جاتی ہے تو اس میں جو کچھ کہا گیا وہ مجھے خوب محفوظ ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور میں یاد کر لیتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا ہے کہ سخت جاڑے والے دن میں بھی جب آپ پر وحی اتر چکتی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے نکلتے۔ مسند احمد میں ہے کہ کبھی اونٹنی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے اور اسی حالت میں وحی آتی تو اونٹنی جھک جاتی۔ ابن جریر میں یہ بھی ہے کہ پھر جب تک وحی ختم نہ ہو لے اونٹنی سے قدم نہ اٹھایا جاتا نہ اس کی گردن اونچی ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ خود وحی کا اثر نا بھی اہم اور بوجھل تھا پھر احکام کا بجالانا اور ان کا عامل ہونا بھی ایسا ہی تھا۔ یہی قول حضرت امام ابن جریر کا ہے۔ حضرت عبدالرحمنؓ سے منقول ہے کہ جس طرح دنیا میں یہ ثقیل کام ہے اسی طرح آخرت میں اجر بھی بڑا بھاری ملے گا۔

رات کا اٹھنا نفس کی درستگی: پھر فرماتا ہے رات کا اٹھنا نفس کو زیر کرنے کے لئے اور زبان کو درست کرنے کے لئے اکسیر ہے۔ نشاء کے معنی جھشی زبان میں قیام کرنے کے ہیں رات بھر میں جب اٹھے اسے نَاشِئَةُ الْغَیْلِ کہتے ہیں۔ تہجد کی نماز کی خوبی یہ ہے کہ دل اور زبان ایک ہو جاتا ہے اور تلاوت کے جو الفاظ زبان سے نکلتے ہیں دل میں گڑ جاتے ہیں اور بہ نسبت دن کے رات کی تنہائی میں معنی خوب ذہن نشین ہوتا جاتا ہے کیونکہ دن بھیڑ بھاڑ کا شور و غل کا کماٹی دھندلے کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت انس نے اقْوَامٌ قِیْلًا کو اَصَوْبٌ قِیْلًا پڑھا تو لوگوں نے کہا ہم تو قوم پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اَصَوْبٌ اقْوَامٌ اَھْبَا اور ان جیسے سب الفاظ ہم معنی ہیں۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝ وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبَتُّلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ فَاَتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝

یقیناً تجھے دن میں بہت شغل رہتا ہے ○ تو اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کر اور تمام خلائق سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا ○ مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی
معبود نہیں تو اس کو اپنا کارساز بنا لے ○

(آیت: ۷-۹) پھر فرماتا ہے دن میں تجھے بہت فراغت ہے، نیند کر سکتے ہو، سو بیٹھ سکتے ہو، راحت حاصل کر سکتے ہو، نوافل بہ کثرت ادا کر سکتے ہو، اپنے کام کاج دنیوی پورے کر سکتے ہو پھر رات کو آخرت کے کام کے لئے خاص کر لو۔ اس بنا پر یہ حکم اس وقت تھا جب رات کی نماز فرض تھی پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا اور بطور تخفیف کے اس میں کمی کر دی اور فرمایا تھوڑی سی رات کا قیام کرو۔ اس فرمان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اِنَّ رَبَّنَا سے فَاَقْرُءْ وَاَمَّا تَبَسَّرَ مِنْهُ تک پڑھا اور آیت وَمِنَ اللَّيْلِ کی بھی تلاوت کی آپ کا یہ قول ہے بھی ٹھیک۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت سعید بن ہشام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ کی طرف چلے تاکہ وہاں کے اپنے مکانات بیچ ڈالیں اور ان کی قیمت سے ہتھیار وغیرہ خرید کر جہاد میں جائیں اور رومیوں سے لڑتے رہیں یہاں تک کہ یا تو روم فتح ہو یا شہادت ملے مدینہ شریف میں اپنی قوم والوں سے ملے اور اپنا ارادہ ظاہر کیا تو انہوں نے کہا سنو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں آپ ہی کی قوم میں سے چھ شخصوں نے بھی ارادہ کیا تھا کہ عورتوں کو طلاق دے دیں، مکانات وغیرہ بیچ ڈالیں اور راہ اللہ کھڑے ہو جائیں۔ حضورؐ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ان سے فرمایا کیا جس طرح میں کرتا ہوں اس طرح نہ کرنے میں تمہارے لئے اچھائی نہیں ہے؟ خبردار ایسا نہ کرنا اپنے اس ارادے سے باز آ جاؤ، یہ حدیث سن کر حضرت سعدؓ نے بھی اپنا ارادہ ترک کیا اور وہیں اسی جماعت سے کہا کہ تم گواہ رہنا میں نے اپنی بیوی سے رجوع کر لیا۔

اب حضرت سعد رضی اللہ عنہ چلے گئے پھر جب اس جماعت سے ملاقات ہوئی تو کہا کہ یہاں سے جانے کے بعد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان سے آنحضرت ﷺ کے وتر پڑھنے کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے کہا اس مسئلے کو سب سے زیادہ بہتر طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتلا سکتی ہیں تم وہیں جاؤ اور مائی صاحبہ ہی سے دریافت کرو اور مائی صاحبہ سے جو سنو وہ ذرا مجھ سے کہہ جانا۔ میں حضرت حکیم بن الفلح کے پاس گیا اور ان سے میں نے کہا تم مجھے ام المومنین کی خدمت میں لے چلو، انہوں نے فرمایا میں وہاں نہیں جاؤں گا اس لئے کہ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ ان دونوں آپس میں لڑنے والی جماعتوں یعنی حضرت علی اور ان کے مقابلین کے بارے میں آپ کچھ دخل نہ دیجئے لیکن انہوں نے نہ مانا اور دخل دیا۔ میں نے انہیں قسم دی اور کہا کہ نہیں آپ مجھے ضرور وہاں لے چلئے، خیر بمشکل تمام وہ راضی ہوئے اور میں ان کے ساتھ گیا، مائی صاحبہ نے حضرت حکیم کی آواز پہچان لی اور کہا کیا حکیم ہے؟ جواب دیا گیا کہ ہاں حضور! میں حکیم بن الفلح ہوں۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا سعد بن ہشام۔ پوچھا ہشام کون، عامر کے لڑکے؟ کہا ہاں عامر کے لڑکے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عامر کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا عامر بہت اچھا آدمی تھا خدا اس پر رحم کرے میں نے کہا ام المومنین مجھے بتلائیے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیا تھے؟ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟

میں نے کہا کیوں نہیں؟ فرمایا بس حضورؐ کا خلق قرآن تھا۔ اب میں نے اجازت مانگنے کا قصد کیا لیکن فوراً ہی یاد آ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کا حال بھی دریافت کر لوں۔ اس سوال کے جواب میں مائی صاحبہ نے فرمایا کیا تم نے سورہ منزل نہیں پڑھی؟ میں نے کہا ہاں پڑھی ہے۔

فرمایا سنو اس سورت کے اول حصے میں قیام اللیل فرض ہوا اور سال بھر تک حضورؐ اور آپ کے اصحاب تہجد کی نماز بطور فرضیت کے ادا کرتے رہے یہاں تک کہ قدموں پر ورم آ گیا بارہ ماہ کے بعد اس سورت کے خاتمہ کی آیتیں اتریں اور اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی فرضیت اٹھ گئی اور نفلیت باقی رہ گئی۔ میں نے پھر اٹھنے کا ارادہ کیا لیکن خیال آیا کہ وتر کا مسئلہ بھی دریافت کر لوں تو میں نے کہا ام المومنین! حضور ﷺ کے وتر پڑھنے کی کیفیت سے بھی آگاہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ہاں سنو ہم آپ کی مسواک وضو کا پانی وغیرہ تیار کر کے ایک طرف رکھ دیا کرتے تھے جب بھی اللہ تعالیٰ چاہتا اور آپ کی آنکھ کھلتی اٹھتے مسواک کرتے وضو کرتے اور آٹھ رکعتیں پڑھتے بیچ میں تشہد میں بالکل نہ بیٹھتے آٹھویں رکعت پوری کر کے آپ التحیات میں بیٹھتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے دعا کرتے اور بغیر سلام پھیرے نویں رکعت کے لیے کھڑے ہوتے پھر اس میں بھی التحیات میں اللہ کا ذکر اور دعا کرتے اور زور سے سلام پھیرتے کہ ہم بھی سن لیں پھر بیٹھے بیٹھے ہی دور رکعتیں ادا کرتے (اور ایک وتر پڑھتے) بیٹیا یہ سب مل کر گیارہ رکعتیں ہونیں اب جبکہ آپ عمر رسیدہ ہوئے اور بدن بھاری ہو گیا تو آپ نے سات وتر پڑھے پھر سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دور رکعتیں ادا کیں بس بیٹیا یہ نو رکعتیں ہوںیں اور حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کسی نماز کو پڑھتے تو پھر اس پر بعد اومت کرتے ہاں اگر کسی مشغل یا نیند یا دیکھ تکلیف اور بیماری کی وجہ سے رات کو نماز نہ پڑھ سکتے تو دن کو بارہ رکعت ادا فرمایا کرتے میں نہیں جانتی کہ کسی ایک رات میں رسول اللہ ﷺ نے پورا قرآن صبح تک پڑھا ہوا اور نہ رمضان کے سو اسی اور مہینے کے پورے روزے رکھے۔ اب میں ام المومنینؓ سے رخصت ہو کر ابن عباسؓ کے پاس آیا اور وہاں کے تمام سوال و جواب دہرائے۔ آپ نے سب کی تصدیق کی اور فرمایا اگر میری بھی آمد و رفت مائی صاحبہ کے پاس ہوتی تو جا کر خود اپنے کانوں سن آتا۔ یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔

حضورؐ کی نماز تہجد: ابن جریر میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نبی ﷺ کے لئے بوریار رکھ دیا کرتی جس پر آپ تہجد کی نماز پڑھتے لوگوں نے کہیں یہ خبر سن لی اور رات کی نماز میں حضورؐ کی اقتدا کرنے کے لئے وہ بھی آ گئے حضورؐ غضبناک ہو کر باہر نکلے چونکہ شفقت و رحمت آپ کو امت پر تھی اور ساتھ ہی ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو یہ نماز فرض ہو جائے آپ ان سے فرمانے لگے کہ لوگو! ان ہی اعمال کی تکلیف اٹھاؤ جن کی تم میں طاقت ہو اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہ تھکے گا البتہ تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے سب سے بہتر عمل وہ ہے جس پر دوام ہو سکے۔ ادھر قرآن کریم میں یہ آیتیں اتریں اور صحابہ نے قیام اللیل شروع کیا یہاں تک کہ ریاں باندھنے لگے کہ نیند نہ آجائے۔ آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے ان کی اس کوشش کو جوہ اللہ کی رضامندی کی طلب میں کر رہے تھے دیکھ کر اللہ نے بھی ان پر رحم کیا اور اسے فرض عشا کی طرف لوٹا دیا اور قیام اللیل چھوڑ دیا۔ یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی ہے لیکن اس کا راوی موسیٰ بن عبیدہ زبیدی ضعیف ہے۔ اصل حدیث بغیر سورہ منزل کے نازل ہونے کے ذکر کے صحیح میں بھی ہے اور اس حدیث کے الفاظ کی روانگی سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی حالانکہ دراصل یہ سورت مکہ شریف میں اتری ہے۔ اسی طرح اس روایت میں ہے کہ آٹھ مہینے کے بعد اس کی آخری آیتیں نازل ہوئیں یہ قول بھی غریب ہے صحیح وہی ہے جو بحوالہ مسند پہلے گزر چکا کہ سال بھر کے بعد آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی ابن ابی حاتم میں منقول ہے کہ سورہ منزل کی ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام مثل رمضان شریف کے قیام کے قیام کرتے رہے اور اس سورت کی اول آخری آیتوں کے اترنے میں تقریباً سال بھر کا فاصلہ تھا۔ حضرت ابواسامہؓ سے بھی ابن جریر میں اس طرح مروی ہے۔

صحابہ اور تہجد: ☆☆ حضرت ابو عبد الرحمنؓ فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیتوں کے اترنے کے بعد صحابہ کرام نے سال بھر تک قیام کیا یہاں تک کہ ان کے قدم اور پنڈلیاں ورم کر گئیں پھر فاقرۃً وَاَمَّا تَيَسَّرَ مِنْهُ نَازِلٌ ہُوَی اور لوگوں نے راحت پائی۔ حسن بصریؒ اور سدیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن ابی حاتم میں بدروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سولہ مہینے کا فاصلہ مروی ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں ایک سال یا دو سال تک قیام کرتے رہے پنڈلیاں اور قدم سوجھ گئے پھر آخری سورت کی آیتیں اتریں اور تخفیف ہو گئی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ دس سال کا فاصلہ بتاتے ہیں (ابن جریر)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلی آیت کے حکم کے مطابق ایمانداروں نے قیام اللیل شروع کیا لیکن بڑی مشقت پڑتی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ سَ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ تک آیتیں نازل فرما کر وسعت کردی اور ٹہنی نہ رکھی فَلَهُ الْحَمْدُ۔ پھر فرمان ہے اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہ اور اس کی عبادت کے لئے فارغ ہو جا یعنی امور دنیا سے فارغ ہو کر جمعی اور اطمینان کے ساتھ بہ کثرت اس کا ذکر کرا اس کی طرف مائل اور سراسر راغب ہو جا۔ جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ یعنی جب اپنے شغل سے فارغ ہو تو ہماری عبادت محنت سے بجا لاؤ۔ اخلاص فارغ البالی کوشش، محنت دل لگی اور یکسوئی سے اللہ کی طرف جھک جاؤ۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے تجمل سے منع فرمایا یعنی بال بچے اور دنیا کو چھوڑ دینے سے یہاں مطلب یہ ہے کہ علائق دنیوی سے کٹ کر اللہ کی عبادت میں توجہ اور انہماک کا وقت بھی ضرور نکالا کرو۔ وہ مالک ہے وہ متصرف ہے مشرق مغرب سب اسی کے قبضہ میں ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، تو جس طرح صرف اسی اللہ کی عبادت کرتا ہے اسی طرح صرف اسی پر بھروسہ بھی رکھ جیسے اور آیت میں ہے فَاَعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ کر یہی مضمون اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں بھی ہے اس معنی کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں کہ عبادت، اطاعت، توکل اور بھروسہ کے لائق ایک اسی کی پاک ذات ہے۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُوْنَ وَاَهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ وَذَرْنِي
وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولٰٓئِ النَّعٰةِ وَمَهْلَهُمْ قَلِيْلًا ۝ اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَحِمِيًّا ۝
وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا اَلِيْمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ
وَكَاْنَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ۝ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَٰهِيْدًا
عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ
فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبَيْلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ
الْوَلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنْقَطِرَةٌ بِهٖ ۝ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُوْلًا ۝

اور جو وہ کہیں تو بہتارہ اور انہیں اچھی طرح چھوڑے رکھ ۝ اور مجھے اور ان جھٹلانے والے آسودہ حال لوگوں کو چھوڑ دے اور انہیں ذرا سی مہلت دے ۝ یقیناً ہمارے بال سخت بیڑیاں ہیں اور سلتگی ہوئی جہنم ہے ۝ اور طلق میں اگلنے والا کھانا ہے اور درد دینے والا عذاب ہے ۝ جس دن زمین اور پہاڑ تھر تھرا جائیں گے اور

پہاڑوں میں بھڑک رہی ریت کے ٹیلوں کے ہوجائیں گے ○ ہم نے تو تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول بھیج دیا جیسا کہ ہم نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا ○ فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی جس بنا پر ہم نے اسے سخت وبال کی پکڑ میں پکڑ لیا ○ تم اگر کافر رہے تو اس دن کیسے پناہ پاؤ گے جو دن بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ جس دن میں آسمان بھی پھٹ جائے گا اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہو کر ہی رہنے والا ہے ○

نبی اکرم ﷺ کی حوصلہ افزائی: ☆ ☆ (آیت: ۱۰-۱۸) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی کو کفار کی طعن آمیز باتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان کے حال پر بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ہی چھوڑ دے میں خود ان سے نمٹ لوں گا میرے غضب اور غصے کے وقت دیکھ لوں گا کہ جو بے فکرے ہیں اور تجھے ستانے کے لئے باتیں بنا رہے ہیں جن پر دوہرے حقوق ہیں مال کے اور جان کے اور یہ ان میں سے ایک بھی ادا نہیں کرتے تو ان سے بے تعلق ہو جا پھر دیکھ کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں تھوڑی دیر دنیا میں تو چاہے یہ فائدہ اٹھالیں مگر انجام کار عذابوں میں پھنسیں گے اور عذاب بھی کون سے؟ سخت قید و بند کے اور بدترین بھڑکتی ہوئی نہ بجھنے والی اور نہ کم ہونے والی آگ کے اور اس کھانے کے جو حلق میں جا کر انک جائے نہ نگل سکیں نہ اگل سکیں اور بھی طرح طرح کے المناک عذاب ہوں گے پھر وہ وقت بھی وہ ہوگا جب زمینوں میں اور پہاڑوں پر زلزلہ پڑا ہوا ہوگا اور سخت اور بڑی چٹانوں والے پہاڑ آپس میں ٹکرائیں اور چور چور ہو گئے ہوں گے جیسے بھڑک رہی ریت کے کھمرے ہوئے ذرے ہوں جنہیں ہوا ادھر سے ادھر لے جائے گی اور نام و نشان تک مٹا دے گی اور زمین ایک چٹیل صاف میدان کی طرح رہ جائے گی جس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئے گی۔

اہل فرعون کی طرح نہ بنو: ☆ ☆ پھر فرماتا ہے اے لوگو اور خصوصاً اے کافر و! ہم نے تم پر گواہی دینے والا اپنا صادق رسول تم میں بھیج دیا ہے جیسے کہ فرعون کے پاس بھی ہم نے اپنے احکام کے پہنچا دینے کے لئے اپنے ایک رسول کو بھیجا تھا اس نے جب اس رسول کی نہ مانی تو تم جانتے ہو کہ ہم نے اسے بری طرح برا دیکھا اور سختی سے پکڑ لیا۔ اسی طرح یاد رکھو اگر اسی نبی کی تم نے بھی نہ مانی تو تمہاری خیر نہیں عذاب خدا تم پر بھی اترا آئیں گے اور تمہیں نہس کر دیئے جاؤ گے کیونکہ یہ رسول رسولوں کے سردار ہیں ان کے جھٹلانے کا وبال بھی اور وبالوں سے بڑا ہے۔ اس کے بعد کی آیت کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اگر تم نے کفر کیا تو بتاؤ تو سہی کہ اس دن کے عذابوں سے کیسے نجات حاصل کرو گے؟ جس دن کی ہیبت خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور دوسرے معنی یہ کہ اگر تم نے اتنے بڑے ہولناک دن کا بھی کفر کیا اور اس کے بھی منکر رہے تو تمہیں تقویٰ اور خدا کا ڈر کیسے حاصل ہوگا؟ گو یہ دونوں معنی نہایت عمدہ ہیں لیکن اول اولیٰ ہیں واللہ اعلم۔

جنتیوں اور جہنمیوں کی نسبت: ☆ ☆ طبرانی میں ہے رسول مقبول ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ قیامت کا دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اٹھو اور اپنی اولاد میں سے جہنمیوں کو الگ الگ کر دو وہ پوچھیں گے خدایا! کتنی تعداد میں سے کہتے؟ حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے تو ہوش اڑ گئے اور گہرا گئے حضور بھی ان کے چہرے دیکھ کر سمجھ گئے اور بطور تشفی کے فرمایا سنو! بنو آدم بہت سے ہیں یا جوج ماجوج بھی اولاد آدم میں سے ہیں جن میں سے ایک ایک اپنے پیچھے پیچھے خاص اپنی صلیب اولاد ایک ایک ہزار چھوڑ کر جاتا ہے پس ان میں اور ان جیسوں میں مل کر جہنمیوں کی یہ تعداد ہو جائے گی اور جنت تمہارے لئے اور تم جنت کے لئے ہو جاؤ گے۔ یہ حدیث غریب ہے اور سورہ حج کی تفسیر کے شروع میں اس جیسی احادیث کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس دن کی ہیبت اور دہشت کے مارے آسمان بھی پھٹ جائے گا بعضوں نے ضمیر کا مرجع اللہ کی طرف کیا ہے لیکن یہ قوی نہیں اس لئے کہ یہاں ذکر ہی نہیں اس دن کا وعدہ یقیناً سچ ہے اور ہو کر ہی رہے گا اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

اِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهِ سَبِيْلًا اِنَّ رَبَّكَ
 يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلَاثِي الْيَلِّ وَنِصْفَهُ وَثُلَاثُهُ وَطَاِيفَةٌ
 مِنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الْيَلَّ وَالنَّهَارُ عَلِمَ اَنْ لَّنْ
 تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَلِمَ اَنْ
 سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ
 يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا
 مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاَتُوْا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوْا اللّٰهَ قَرْضًا
 حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ
 خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا وَاَسْتَغْفِرُوْا لِلّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

بے شک یہ نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کر لے ○ تیرا رب بخوبی جانتا ہے کہ تو اور تیرے ساتھ کے لوگوں کی ایک جماعت قریب دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور ایک تہائی رات کے تہجد پڑھتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ تعالیٰ کو ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ بھاسکو گے پس اس نے تم پر مہربانی کی لہذا جتنا قرآن پڑھنا تم پر آسان ہوتا ہی پڑھو۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے بعض دوسرے زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی بھی تلاش کریں گے اور کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد بھی کریں گے سو تم با آسانی جتنا قرآن پڑھ سکو پڑھو اور نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیج دو گے اسے اللہ کے ہاں بہتر اور ثواب میں بہت زیادہ پاؤ گے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشے

والا مہربان ہے ○

پیغام نصیحت و عبرت اور قیام اللیل ☆ ☆ (آیت: ۱۹-۲۰) فرماتا ہے کہ یہ سورت عقل مندوں کے لئے سر اسر نصیحت و عبرت ہے جو بھی طالب ہدایت ہو وہ مرضی مولا سے ہدایت کا راستہ پالے گا اور اپنے رب کی طرف پہنچ جانے کا ذریعہ حاصل کر لے گا جیسے دوسری سورت میں فرمایا وَمَا تَشَاءُ وَاِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا تمہاری چاہت کام نہیں آتی وہی ہوتا ہے جو اللہ کا چاہا ہوا ہو۔ صحیح علم والا اور پوری حکمت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! آپ کا اور آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کا کبھی دو تہائی رات تک قیام میں مشغول رہنا کبھی آدھی رات اسی میں گزرتا کبھی تہائی رات تک تہجد پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے گو تمہارا مقصد ٹھیک اس وقت کو پورا کرنا نہیں ہوتا اور ہے بھی وہ مشکل کام کیونکہ رات دن کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو ہے۔ کبھی دونوں برابر ہوتے ہیں کبھی رات چھوٹی دن بڑا کبھی دن چھوٹا رات بڑی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو بنانے کی طاقت تم میں نہیں۔ تو اب رات کی نماز اتنی ہی پڑھو جتنی تم با آسانی پڑھ سکو کوئی وقت مقرر نہیں کہ فرضاً اتنا وقت لگانا ہی ہوگا۔ یہاں صلوٰۃ کی تعبیر قرأت سے کی ہے جیسے سورہ سبحان میں ہے وَلَا تَجْهَرُ بِصَلٰوةِكَ یعنی اپنی قرأت نہ تو بہت بلند کرنے بالکل پست کر۔

نماز میں سورہ فاتحہ: ☆ ☆ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے اس آیت سے استدلال کر کے یہ مسئلہ کہا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ ہی کا

پڑھنا متعین نہیں اسے پڑھے خواہ اور کہیں سے پڑھے گو ایک ہی آیت پڑھے کافی ہے اور پھر اس مسئلہ کی مضبوطی اس حدیث سے کی ہے جس میں ہے کہ بہت جلدی جلدی نماز ادا کرنے والے کو حضور نے فرمایا تھا پھر پڑھ جو آسان ہو تیرے ساتھ قرآن سے (صحیحین)

یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے اور جمہور نے انہیں یہ جواب دیا ہے کہ صحیحین کی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ والی حدیث میں آچکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز نہیں ہے مگر یہ کہ تو سورۃ فاتحہ پڑھے اور صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ بالکل ادھوری، محض ناکارہ ناقص اور ناقصہ ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں بھی ان ہی کی روایت سے ہے کہ حضور نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوتی اس شخص کی جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے (پس ٹھیک قول جمہور کا ہی ہے کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا لازمی اور متعین ہے)۔

مکے میں جہاد کی پیشین گوئی: ☆ ☆ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس امت میں عذر والے لوگ بھی ہیں جو قیام لیل کے ترک پر معذور ہیں مثلاً بیمار کہ جنہیں اس کی طاقت نہیں، مسافر کہ روزی کی تلاش میں ادھر ادھر جا رہے ہیں، مجاہد جو اہم تر شغل میں مشغول ہیں۔ یہ آیت بلکہ یہ پوری سورت مکی ہے، مکہ شریف میں نازل ہوئی، اس وقت جہاد نہیں تھا بلکہ مسلمان نہایت پست حالت میں تھے پھر غیب کی یہ خبر دینا اور اسی طرح ظہور میں بھی آنا کہ مسلمانوں کو جہاد میں پوری مشغولی ہوئی یہ نبوت کی اعلیٰ اور بہترین دلیل ہے تو ان عذروں کے باعث تمہیں رخصت دی جاتی ہے کہ جتنا قیام تم سے با آسانی کیا جاسکے کر لیا کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ نے حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اے ابوسعید! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو پورے قرآن کا حافظ ہے لیکن تہجد نہیں پڑھتا صرف فرض نماز پڑھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس نے قرآن کو نکیہ بنالیا، اس پر خدا کی لعنت ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک غلام کے لئے فرمایا کہ وہ ہمارے علم کو جاننے والا ہے اور فرمایا تم وہ سکھائے گئے ہو جسے نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا۔ میں نے کہا ابوسعید اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے جو قرآن آسانی سے تم پڑھ سکو پڑھو فرمایا ہاں ٹھیک تو ہے پانچ آیتیں ہی پڑھ لو پس بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حافظ قرآن کا رات کی نماز میں کچھ نہ کچھ قیام کرنا امام حسن بصری کے نزدیک حق و واجب تھا۔ ایک حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ سے اس شخص کے بارے میں سوال ہوا جو صبح تک سویا رہتا ہے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے اس کا تو ایک تو یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عشاء کے فرض بھی نہ پڑھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو رات کو نفلی قیام نہ کرے۔ سنن کی حدیث میں ہے اے قرآن والو! وتر پڑھا کرو۔ دوسری روایت میں ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ حسن بصری کے قول سے بھی زیادہ غریب قول ابو بکر بن عبدالعزیز جنبل کا ہے جو کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے کا قیام فرض ہے واللہ اعلم۔ (یہ یاد رہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ تہجد کی نماز نہ تو رمضان میں واجب ہے نہ غیر رمضان میں، رمضان کی بابت بھی حدیث شریف میں صاف آچکا ہے و قیام لیلہ تطوعا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے قیام کو نفلی قرار دیا ہے وغیرہ واللہ اعلم۔ مترجم) طبرانی کی حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں بہت مرفوعا مروی ہے کہ گو سو ہی آیتیں ہوں، لیکن یہ حدیث بہت غریب ہے، صرف معجم طبرانی میں ہی میں نے اسے دیکھا ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کی حفاظت کرو اور فرض زکوٰۃ کی ادائیگی کیا کرو، یہ آیت ان حضرات کی دلیل ہے جو فرماتے ہیں فرضیت زکوٰۃ کا حکم مکہ شریف میں ہی نازل ہو چکا تھا ہاں کتنی نکالی جانی؟ نصاب کیا ہے؟ وغیرہ یہ سب مدینہ میں بیان ہوا۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس، عکرمہ، مجاہد، حسن، قتادہ رحمہم اللہ وغیرہ سلف کا فرمان ہے کہ اس آیت نے اس سے پہلے کے حکم رات کے قیام کو

منسوخ کر دیا، ان دونوں حکموں کے درمیان کس قدر مدت تھی؟ اس میں جو اختلاف ہے اس کا بیان اوپر گزر چکا۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایک شخص سے فرمایا پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپؐ نے فرمایا باقی سب نوافل ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو یعنی راہ اللہ صدقہ و خیرات کرتے رہو جس پر اللہ تعالیٰ تمہیں بہت بہتر اور اعلیٰ اور پورا بدلہ دے گا، جیسے اور جگہ ہے ایسا کون ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرض حسد دے اور خدا اسے بہت کچھ بڑھائے چڑھائے۔ تم جو بھی نیکیاں کر کے بھیجو گے وہ تمہارے لئے اس چیز سے جسے تم اپنے پیچھے چھوڑ کر جاؤ گے بہت ہی بہتر اور اجر و ثواب میں بہت ہی زیادہ ہے۔ ابو یعلیٰ موصلی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے ایک مرتبہ پوچھا تم میں سے ایسا کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟ لوگوں نے کہا حضور ہم میں سے تو ایک بھی ایسا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اور سوچ لو۔ انہوں نے کہا حضور یہی بات ہے۔ فرمایا سنو تمہارا مال وہ ہے جسے تم راہ اللہ دے کر اپنے لئے آگے بھیج دو اور جو چھوڑ جاؤ گے وہ تمہارا مال نہیں وہ تو تمہارے وارثوں کا مال ہے۔ یہ حدیث بخاری شریف اور نسائی میں بھی مروی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ ذکر اللہ بکثرت کیا کرو اور اپنے تمام کاموں میں استغفار کیا کرو جو استغفار کرے وہ مغفرت۔

تفسیر سورۃ المدثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۖ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۖ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۚ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۚ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرْ ۚ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۚ فَإِذَا يُقْرَأْ فِي السَّاقُورِ ۚ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۚ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ۝

اللہ تعالیٰ رحم و رحمت کرنے والے کے نام سے شروع

اے کپڑا اوڑھنے والے ○ کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے ○ اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر ○ اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر ○ ناپاکی کو چھوڑ دے ○ اور احسان کر کے زیادتی کی خواہش نہ کر ○ اور اپنے رب کی راہ میں صبر کر ○ پس جب کہ صور پھونکا جائے گا ○ اس دن کا یہ وقت ایک سخت دن ہوگا ○ جو کافروں پر آسان نہ ہوگا ○

ابتدائے وحی ☆ ☆ (آیت ۱-۱۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی یہی آیت يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ نازل ہوئی ہے لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی تفسیر کے موقع پر آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یحییٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے سوال کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کون سی آیتیں نازل ہوئیں؟ تو فرمایا يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ میں نے کہا لوگ تو اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا تھا انہوں نے وہی جواب دیا جو میں نے تمہیں دیا اور میں نے بھی وہی کہا جو تم نے مجھے کہا اس کے جواب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو تم سے وہی کہتا ہوں جو ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حراء میں یا خدا کی اُجب میں وہاں سے فارغ ہوا اور اتر اتو

میں نے سنا کہ گویا مجھے کوئی آواز دے رہا ہے میں نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا تو میں نے سر اٹھا کر اوپر کود دیکھا اور مجھے نظر پڑا میں خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا اور کہا مجھے چادر اڑھا دو اور مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور یا اَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ کی آیتیں اتریں (بخاری)

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے وحی کے رک جانے کی حدیث بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں چلا جا رہا تھا کہ ناگہاں آسمان کی طرف سے مجھے آواز سنائی دی میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ جو فرشتہ میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے میں مارے ڈر اور گھبراہٹ کے زمین کی طرف جھک گیا اور گھر آتے ہی کہا کہ مجھے کپڑوں سے ڈھک دو چنانچہ گھر والوں نے مجھے کپڑے اوڑھادیئے اور سورہ مدثر کی فَاھُجِّرْ تک کی آیتیں اتریں۔ ابوسلمہ فرماتے ہیں رجز سے مراد بت ہیں۔ پھر وحی برابر تا بڑ توڑ گر ماگرمی سے آنے لگی۔ یہ لفظ بخاری کے ہیں اور یہی سیاق محفوظ ہے۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے بھی کوئی وحی آئی تھی کیونکہ آپؐ کا فرمان موجود ہے کہ یہ وہی تھا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا یعنی حضرت جبریل علیہ السلام جبکہ غار میں سورہ اقرأ کی آیتیں مَالَمْ يَلْعَلْمْ تک پڑھا گئے تھے پھر اس کے بعد وحی کچھ زمانہ تک نہ آئی پھر جو اس کی آمد شروع ہوئی تو اس میں سب سے پہلے وحی سورہ مدثر کی ابتدائی آیتیں تھیں اور اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ دراصل سب سے پہلی وحی تو اقرأ کی آیتیں ہیں پھر وحی کے رک جانے کے بعد کی سب سے پہلی وحی اس سورت کی آیتیں ہیں۔ اس کی تائید مسند احمد وغیرہ کی حدیثوں سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ وحی رک جانے کے بعد کی پہلی وحی اس کی ابتدائی آیتیں ہیں۔

طبرانی میں اس سورت کا شان نزول یہ مروی ہے کہ ولید بن مغیرہ نے قریشیوں کی دعوت کی جب کھاپی چکے تو کہنے لگا بتاؤ تم اس شخص کی بابت کیا کہتے ہو؟ تو بعضوں نے کہا جادوگر ہے، بعض نے کہا جادوگر نہیں ہے۔ بعض نے کہا کاہن ہے، کسی نے کہا کاہن نہیں ہے بعض نے کہا شاعر ہے بعض نے کہا شاعر نہیں ہے، بعض نے کہا اس کا یہ کلام یعنی قرآن منقول جادو ہے چنانچہ اس پر اجماع ہو گیا کہ اسے منقول جادو کہا جائے۔ حضورؐ کو جب یہ اطلاع پہنچی تو غمگین ہوئے اور سر پر کپڑا ڈال لیا اور کپڑا اوڑھ بھی لیا جس پر یہ آیتیں فَاصْبِرْ تک اتریں۔

دعوت دین کے لوازمات : ☆☆ پھر فرماتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ یعنی عزم اور قوی ارادے کے ساتھ کمر بستہ اور تیار ہو جاؤ اور لوگوں کو ہماری ذات سے جہنم سے ان کے بد اعمال کی سزا سے ڈراؤ ان کے کان کھڑے کر دو ان سے غفلت کو دور کر دو۔ پہلی وحی سے نبوة کے ساتھ حضورؐ کو ممتاز کیا گیا اور اس وحی سے آپؐ رسول بنائے گئے اور اپنے رب ہی کی تعظیم کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو یعنی معصیت بد عہدی وعدہ شکنی وغیرہ سے بچتے رہو جیسے کہ شاعر کے شعر میں ہے کہ بحمد اللہ میں فق و فجور کے لباس سے اور عذر کے رومال سے عاری ہوں۔ عربی محاورے میں یہ برابر آتا ہے کہ کپڑے پاک رکھو یعنی گناہ چھوڑ دو اعمال کی اصلاح کر لو۔ یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ دراصل آپؐ نہ تو کاہن ہیں نہ جادوگر ہیں یہ لوگ کچھ ہی کہا کریں آپؐ پرواہ بھی نہ کریں۔ عربی محاورے میں جو معصیت آلود بد عہد ہو اسے میلے اور گندے کپڑوں والا اور جو عصمت مآب پابند وعدہ ہوا اسے پاک کپڑوں والا کہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے ۔

اِذَا لَمْ رَأْ لَمْ يَدْنَسْ مِنَ اللّٰوْمِ عِرْضُهُ فُكُلٌ رِدْآءٍ يَّرْتَدِيْهِ جَمِيْلٌ

یعنی انسان جبکہ سید کاریوں سے الگ ہے تو ہر کپڑے میں وہ حسین ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ غیر ضروری لباس نہ پہنو اپنے کپڑوں کو معصیت آلود نہ کرو۔ کپڑے پاک صاف رکھو، میلوں کو دھو ڈالا کرو، مشرکوں کی طرح اپنا لباس ناپاک نہ رکھو۔ دراصل یہ سب مطالب ٹھیک ہیں یہ بھی ہو وہ بھی ہو اور ساتھ ہی دل بھی پاک ہو۔ دل پر بھی کپڑے کا اطلاق کلام عرب میں پایا جاتا ہے۔ جیسے امرؤ القیس

کے شعر میں ہے اور حضرت سعید بن جبیر سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ اپنے دل کو اور اپنی نیت کو صاف رکھو۔ محمد بن کعب قرظی اور حسن سے یہ بھی مروی ہے کہ اپنے اخلاق کو اچھے رکھو۔ گندگی کو چھوڑ دو یعنی بتوں کو اور نافرمانی خدا کو چھوڑ دو جیسے اور جگہ فرمان ہے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی نہ مانو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا تھا اے ہارون! میرے بعد میری قوم میں تم میری جانشینی کرو اصلاح کے درپے رہو اور مفسدوں کی راہ نہ لگو۔

نیکی کر دیا میں ڈال: ☆☆ پھر فرماتا ہے عطیہ دے کر زیادتی کے خواہاں نہ رہو۔ ابن مسعود کی قرأت میں اَنْ تَسْتَكْبِرَ ہے یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اپنے نیک اعمال کا احسان اللہ تعالیٰ پر طلب کی کثرت سے تنگ نہ کرو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طلب خیر میں کمزوری نہ برتو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنی نبوت کا بار احسان لوگوں پر رکھ کر اس کے عوض دنیا طلبی نہ کرو۔ یہ چار قول ہوئے لیکن اول اولیٰ ہے واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے ان کی ایذا پر جو راہ خدا میں تجھے پہنچے تو رب کی رضا مندی کی خاطر صبر و سہار کر اللہ تعالیٰ نے جو تجھے منصب دیا ہے اس پر لگا رہ اور جمارہ۔ ناقور سے مراد صور ہے۔ مسند احمد ابن ابی حاتم وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کیسے راحت سے رہوں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے اپنے منہ میں صور لے رکھا ہے اور پیشانی جھکائے ہوئے حکم الہی کا منتظر ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور پھونک دے۔ اصحاب رسول ﷺ نے کہا یا رسول اللہ! پھر ہمیں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ فرمایا کہو حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ عَلٰی اللَّهِ تَوَكَّلْنَا پس صور کے پھونکنے جانے کا ذکر کر کے یہ فرما کر جب صور پھونکا جائے گا پھر فرماتا ہے کہ وہ دن اور وہ وقت کافروں پر بڑا سخت ہوگا جو کسی طرح آسان نہ ہوگا جیسے اور جگہ خود کفار کا قول مروی ہے کہ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمَ عَسَىٰ يَآجُزُونَ آج کا دن تو بے حد گراں بار اور سخت مشکل کا دن ہے۔ حضرت زرارہ بن اوفیٰ رحمۃ اللہ علیہ جو بصرے کے قاضی تھے وہ ایک مرتبہ اپنے مقتدیوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اسی سورت کی تلاوت تھی جب اس آیت پر پہنچے تو بے ساختہ زور کی ایک چیخ منہ سے نکل گئی اور گر پڑے۔ لوگوں نے دیکھا روح پرواز ہو چکی تھی اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۖ وَجَعَلْتُ لَهُ مَا لَا مَمْدُودًا ۖ
وَبَنِينَ شُهُودًا ۖ وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۖ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۖ

مجھے اور اسے چھوڑ دے جسے میں نے یکتا پیدا کیا ہے ○ اور اسے بہت سامان دے رکھا ہے ○ اور حاضر باش فرزند بھی ○ اور میں نے اسے بہت کچھ کثادگی دے رکھی ہے ○ پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ○

جہنم کی ایک وادی صعود اور ولید بن مغیرہ ☆☆ (آیت: ۱۱-۱۵) جس خبیث شخص نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور قرآن کو انسانی قول کہا اس کی سزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے پہلے جو نعمتیں اس پر انعام ہوئی ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ تنہا خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا مال و اولاد دیا اور کچھ ساتھ نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مالدار بنادیا ہزاروں لاکھوں دینار زر زین وغیرہ عنایت فرمائی اور باعتبار بعض اقوال کے تیرہ اور بعض اور اقوال کے دس لڑکے دیئے جو سب کے سب اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے نوکر چاکر لونڈی غلام کام کاج کرتے رہتے اور یہ مزے سے اپنی زندگی اپنی اولاد کی ساتھ گزارتا۔ غرض دھن دولت لونڈی غلام بال بچے آرام آسائش ہر طرح کی مہیا تھی پھر بھی خواہش نفس پوری نہیں ہوتی تھی اور چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور بڑھادے حالانکہ ایسا اب نہ ہوگا یہ ہماری باتوں کے علم کے بعد کفر اور سرکشی کرتا ہے اسے صعود پر چڑھایا جائے گا۔

كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۚ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا إِنَّهُ فَكَرَ
وَقَدَرَهُ ۖ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَرَهُ ۖ ثُمَّ قَتِلَ كَيْفَ قَدَرَهُ ۖ ثُمَّ نَظَرَ ۖ
ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۖ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۖ فَقَالَ إِنْ هَذَا إِلَّا
سِحْرٌ يُؤْثَرُ ۖ إِنْ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۖ سَاقِصٌ سَقَرٌ وَمَا
أَدْرَاكَ مَا سَقَرُهُ ۖ لَا يُبْقَى وَلَا تَذَرُ ۖ لَوْ اِحْتِئَزَّهُ النَّاسُ عَلَيْهَا
تِسْعَةَ عَشَرَ ۖ

نہیں نہیں وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے ○ میں تو اسے مشقت والی تکلیف پہنچاؤں گا ○ اس نے غور کر کے تجویز کی ○ اسے ہلاکت ہوگی سوچی ○ وہ پھر غارت ہو کس طرح اندازہ کیا ○ اس نے پھر دیکھا ○ اور ترش رو ہو کر منہ ہمالیا ○ پھر پیچھے ہٹ گیا اور غرور کیا ○ اور کہنے لگا یہ تو صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے ○ یہ سوائے انسانی قول کے کچھ نہیں ○ میں اسے عنقریب دوزخ میں ڈالوں گا ○ اور تجھے کیا خبر کہ دوزخ کیا چیز ہے ○ نہ وہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے ○ کھال کو جھلدا دیتی ہے ○ اور اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں ○

(آیت ۱۶-۳۰) مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافر گر آیا جائے گا چالیس سال تک اندر ہی اندر جاتا رہے گا لیکن پھر بھی تہ تک نہ پہنچے گا اور صعود جہنم کے ایک ناری پہاڑ کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا ستر سال تک تو چڑھتا ہی رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہے گا اور اسی ابدی سزا میں گرفتار رہے گا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے غریب کہتے ہیں ساتھ ہی اس میں نکارت بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ صعود جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو آگ کا ہے اسے مجبور کیا جائے گا اس پر چڑھئے ہاتھ رکھتے ہی راکھ ہو جائے گا اور اٹھاتے ہی بدستور ہو جائے گا اسی طرح پاؤں بھی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جہنم کی ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر اپنے منہ کے بل گھسنا جائے گا۔ سدی کہتے ہیں یہ پتھر بڑا پھسلنا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم اسے مشقت والا عذاب کریں گے۔ قتادہ فرماتے ہیں ایسا عذاب جس میں اور جس سے کبھی بھی راحت نہ ہو۔ امام ابن جریرؒ اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اس تکلیف دہ عذاب سے اس لئے قریب کر دیا کہ وہ ایمان سے بہت دور تھا وہ سوچ سوچ کر گھڑنت گھڑ رہا تھا کہ وہ قرآن کو کہا کہیے اور بات بنائے۔ پھر اس پر افسوس کیا جاتا ہے اور محاورہ عرب کے۔ اَلْبَقِ اس فی ہلاکت کے کلمے کہے جاتے ہیں کہ یہ غارت کر دیا جائے یہ برباد کر دیا جائے کتنا بد کلام سوچا اور کتنی بے حیائی کی جھوٹ بات گھڑ نکالی؟ بار بار کے غور و فکر کے بعد پیشانی پر بل ڈال ڈال کر منہ بگاڑ بگاڑ کر حق سے ہٹ کر بھلائی سے منہ موڑ موڑ کر اطاعت الہی سے پیچھے کر دل کڑا کر کے صاف کہہ دیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد (ﷺ) اپنے سے پہلے لوگوں کا جادو کا منتر نقل کر لیا کرتے ہیں اور اسی کو اشار ہے ہیں یہ کلام ربانی نہیں بلکہ انسانی قول ہے اور جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے۔ اس ملعون کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا قریش کا سردار تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ ولید پلید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ قرآن سنائیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چند آیتیں پڑھ سنائیں جو اس کے دل میں گھر کر گئیں جب یہاں سے نکلا اور کفار قریش کے مجمع میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو! تعجب کی بات ہے حضرت محمد ﷺ جو قرآن پڑھتے ہیں اللہ کی قسم نہ تو وہ

شعر ہے نہ جادو کا منتر ہے نہ مجنونانہ بڑ ہے بلکہ واللہ وہ تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ قریشیوں نے یہ سن کر پکڑ لیا اور کہنے لگے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو بس پھر قریش میں سے ایک بھی بے اسلام لائے باقی نہ رہے گا۔ ابو جہل کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا گھبراؤ نہیں دیکھو میں ایک ترکیب سے اسے اسلام سے پھیر دوں گا۔ یہ کہتے ہی اپنے ذہن میں ایک ترکیب سوچ کر یہ ولید کے گھر پہنچا اور کہنے لگا آپ کی قوم نے آپ کے لئے چندہ کر کے بہت سامان جمع کر لیا ہے اور وہ آپ کو صدقہ میں دینے والے ہیں۔ اس نے کہا واہ کیا مزے کی بات ہے مجھے ان کے چندوں اور صدقوں کی کیا ضرورت ہے دنیا جانتی ہے کہ ان سب میں مجھ سے زیادہ مال و اولاد والا کوئی نہیں۔ ابو جہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ آپ جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان سے کچھ حاصل وصول ہو۔ ولید کہنے لگا واہو! میرے خاندان میں میری نسبت یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مجھے مطلق معلوم نہ تھا۔ اچھا اب قسم اللہ کی نہ میں ابو بکر کے پاس جاؤں نہ عمر کے پاس نہ رسول کے پاس اور وہ تو جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یعنی ذَرْنِي سَ لَا تَذَرُنِيک۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں اس نے کہا تھا قرآن کے بارے میں بہت کچھ غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شعر تو نہیں اس میں حلاوت ہے اس میں چمک ہے یہ غالب ہے مغلوب نہیں، لیکن ہے یقیناً جادو اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ابن جریر میں ہے کہ ولید حضور علیہ السلام کے پاس آیا تھا اور قرآن سن کر اس کا دل نرم پڑ گیا تھا اور پورا اثر ہو چکا تھا جب ابو جہل کو یہ معلوم ہوا تو دوڑا بھاگا آیا اور اس ڈر سے کہ کہیں یہ کھلم کھلا مسلمان نہ ہو جائے اسے بھڑکانے کے لئے جھوٹ موٹ کہنے لگا کہ بچا آپ کی قوم آپ کے لئے مال جمع کرنا چاہتی ہے۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ کو دین اور آپ کا محمد (ﷺ) کے پاس جانا چھڑوائیں کیونکہ آپ وہاں مال حاصل کرنے کی غرض سے ہی جاتے آتے ہیں۔ اس نے غصہ میں آ کر کہا میری قوم کو معلوم نہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں؟ ابو جہل نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت تو لوگوں کا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ محمد (ﷺ) سے مال حاصل کرنے کی غرض سے آپ اسی کے ہو گئے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ بات لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائے تو آپ اس کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہیں تاکہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ اس کے مخالف ہیں اور آپ کو اس سے کوئی طمع نہیں۔ اس نے کہا بھئی بات تو یہ ہے کہ اس نے جو قرآن مجھے سنایا ہے قسم ہے اللہ کی نہ وہ شعر ہے نہ قصیدہ ہے اور جڑ ہے نہ جنات کا قول اور ان کے اشعار ہیں، تمہیں خوب معلوم ہے کہ جنات اور انسان کا کلام مجھے خوب یاد ہے میں خود ناسی شاعر ہوں کلام کے حسن و فصیح سے خوب واقف ہوں لیکن اللہ کی قسم! محمد کا کلام اس میں سے کچھ بھی نہیں اللہ جانتا ہے اس میں عجب حلاوت، مٹھاس، لذت، شیفنگی اور دلیری ہے، وہ تمام کلاموں کا سردار ہے اس کے سامنے اور کوئی کلام چٹا نہیں، وہ سب پر چھا جاتا ہے اس میں کشش، بلندی اور جذب ہے اب تم ہی بتلاؤ کہ میں اس کلام کی نسبت کیا کہوں؟ ابو جہل نے کہا سنو جب تک تم اسے برائی کے ساتھ یاد نہ کرو گے تمہاری قوم کے خیالات تمہاری نسبت صاف نہیں ہوں گے۔ اس نے کہا اچھا تو مجھے مہلت دو میں سوچ کر اس کی نسبت کوئی ایسا کلمہ کہہ دوں گا۔ چنانچہ سوچ ساچ کر قومی حمیت اور ناک رکھنے کی خاطر اس نے کہہ دیا کہ یہ تو جادو ہے جسے وہ نقل کرتا ہے۔ اس پر ذَرْنِي سے تَسْعَةَ عَشَرَ تک کی آیتیں اتریں۔ سدئی کہتے ہیں کہ دارالندوہ میں بیٹھ کر ان سب لوگوں نے مشورہ کیا کہ موسم حج پر چو طرف سے لوگ آئیں گے تو بتلاؤ انہیں محمد (ﷺ) کی نسبت کیا کہیں؟ کوئی ایسی تجویز کرو کہ سب بہ یک زبان وہی بات کہیں تاکہ عرب بھر میں اور پھر اور جگہ بھی وہی مشہور ہو جائے تو اب کسی نے شاعر کہا، کسی نے جادوگر کہا، کسی نے کاہن اور نجومی کہا، کسی نے مجنون اور دیوانہ کہا، ولید بیٹھا سوچتا رہا اور غور و فکر کر کے دیکھ بھال کر تیوری چڑھا اور منہ بنا کر کہنے لگا جادو گروں کا قول ہے جسے یہ نقل کر رہا ہے۔ قرآن کریم میں اور جگہ ہے اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا اللّٰہ

الْأَمْثَالُ فَضَلُّوْا أَفَلَا يَسْتَطِيعُوْنَ سَبِيْلًا یعنی ذرا دیکھ تو سہی تیری کیسی کیسی مثالیں گھڑتے ہیں لیکن بہک بہک کر رہ جاتے ہیں اور کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

ولید کے لی جہنم کی سزا: ☆ ☆ اب اس کی سزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں اسے جہنم کی آگ میں غرق کر دوں گا جو زبردست خوفناک عذاب کی آگ ہے جو گوشت پوست کو لرگ پھوں کو کھا جاتی ہے پھر یہ سب نئے آتے ہیں اور پھر جلائے جاتے ہیں نہ موت آئے نہ راحت والی زندگی ملے کھال ادھیڑ دینے والی وہ آگ ہے ایک ہی لپک میں جسم کورات سے زیادہ سیاہ کر دیتی ہے جسم و جلد کو بھون بھلس دیتی ہے انیس انیس داروغے اس پر مقرر ہیں جو نہ تھکیں نہ رحم کریں۔ حضرت بر ارضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ چند یہودیوں نے صحابہؓ سے پوچھا بتلاؤ تو جہنم کے داروغوں کی تعداد کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ پھر کسی شخص نے آ کر حضورؐ سے یہ واقعہ بیان کیا اسی وقت آیت عَلَیْهَا تَسْعَةُ عَشْرَ نَازِلٌ ہوئی آپؐ نے صحابہ کو سنادی اور کہا ذرا انہیں میرے پاس تولاد میں بھی ان سے پوچھوں کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ سنو وہ سفید میدہ کی طرح ہے پھر یہودی آپ کے پاس آئے اور آپ سے پوچھا کہ جہنم کے داروغوں کی تعداد کتنی ہے؟ آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دودفعہ جھکائیں دوسری دفعہ میں انگوٹھا روک لیا یعنی انیس پھر فرمایا تم بتلاؤ کہ جنت کی مٹی کیا ہے؟ انہوں نے ابن سلام سے کہا آپ ہی کہئے ابن سلام نے کہا گویا وہ سفید روٹی ہے آپ نے فرمایا یاد رکھو یہ سفید روٹی وہ جو خالص میدے کی ہو۔ (ابن ابی حاتم)

مند بزار میں ہے کہ جس شخص نے حضورؐ کو صحابہ کے لا جواب ہونے کی خبر دی تھی اس نے آن کر کہا تھا کہ آج تو آپ کے اصحاب ہار گئے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا جواب نہ بن پڑا اور کہنا پڑا کہ ہم اپنے نبی سے پوچھ لیں۔ آپؐ نے فرمایا بھلا وہ بھی ہارے ہوئے کہہ جاسکتے ہیں جن سے وہ بات پوچھی جاتی ہے جسے وہ نہیں جانتے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے نبی سے پوچھ کر جواب دیں گے۔ ان یہودیوں کو دشمنان خدا کو ذرا میرے پاس تولاد وہاں انہوں نے اپنے نبی سے اللہ کو دیکھنے کا سوال کیا تھا اور ان پر عذاب بھیجا گیا تھا اب یہودیوں کو دیکھئے کہ جواب دیا گیا اور حضورؐ کے سوال پر یہ بڑے چکرائے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۖ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا
فِتْنَةً ۚ لِلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ
وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَا
ذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۖ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن
يَشَاءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْبَشَرِ ۚ كَلَّا
وَالْقَمَرِ ۚ وَاللَّيْلِ إِذَا دَبَّرَ ۚ وَالصُّبْحِ إِذَا اسْفَرَّ ۚ إِنَّهَا لَإِحدى
الْكُبَرَىٰ ۚ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ۚ لِمَن شَاءَ مِنْكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۚ

ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتوں کو کیا ہے اور ہم نے ان کی تعداد صرف کافروں کی آزمائش کے لئے مقرر کی ہے تاکہ اہل کتاب یقین کر لیں اور ایماندار ایمان میں بڑھ جائیں اور اہل کتاب اور مسلمان شک نہ کریں اور جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ اور کافر کہیں کہ اس پر اللہ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ توکل بنی آدم کے لئے اسرارِ پند و نصیحت ہے ○ چاہتا ہوں قسم ہے چاند کی ○ اور رات کی جب وہ پیچھے ہٹے ○ اور صبح کی جب کہ روشن جائے ○ کہ یقیناً جہنم بڑی چیزوں میں سے ایک ہے ○ بنی آدم کو ڈرانے والی ○ یعنی اسے جہنم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے ہٹنا ○

سخت دس بے رحم فرشتے اور ابوجہل: ☆ ☆ (آیت: ۳۱-۳۷) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب کے کرنے پر اور جہنم کی نگہبانی پر ہم نے فرشتے ہی مقرر کئے ہیں جو رحم نہ کرنے والے اور سخت کلامی کرنے والے ہیں اس میں مشرکین قریش کی تردید ہے۔ انہیں جس وقت جہنم کے داروغوں کی گنتی بتلائی گئی تو ابوجہل نے کہا اے قریشیو! یہ اگر انیس ہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک سو نوے ہم مل کر انہیں ہر ادیس گے اس پر کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتے ہیں انسان نہیں انہیں نہ تم ہر اس کو نہ تھکا سکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالاشدین جس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا اس نے اس گنتی کو سن کر کہا کہ قریشیو! تم سب مل کر ان میں سے دو کو روک لینا باقی سترہ کو میں کافی ہوں۔ یہ بڑا مغرور شخص تھا اور ساتھ ہی بڑا قوی تھا یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا پھر دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پیروں تلے سے نکالنا چاہتے کھال کے ٹکڑے اڑ جاتے لیکن اس کے قدم جنبش بھی نہ کھاتے۔ یہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر کہا تھا کہ آپ مجھ سے کشتی لڑیں اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کی نبوت کو مان لوں گا۔ چنانچہ حضورؐ نے اس سے کشتی کی اور کئی بار گرایا لیکن اسے ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔ امام ابن اسحاقؒ نے کشتی والا واقعہ رکنا بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب کا بتایا ہے میں کہتا ہوں ان دونوں میں کچھ تفادیت نہیں (ممکن ہے اس سے اور اس سے دونوں سے کشتی ہوئی ہوئی) واللہ اعلم۔

پھر فرمایا کہ اس گنتی کا ذکر تھا ہی امتحان کے لئے ایک طرف کافروں کا کفر کھل پڑا دوسری جانب اہل کتاب کا یقین کامل ہو گیا کہ اس رسول کی رسالت حق ہے کیونکہ خود ان کی کتاب میں بھی یہی گنتی ہے تیسری طرف ایماندار اپنے ایمان میں توانا ہو گئے حضورؐ کی بات کی تصدیق کی اور ایمان بڑھایا اہل کتاب اور مسلمانوں کو کوئی شک شبہ نہ رہا بیمار دل منافق جیج اٹھے کہ بھلا بتاؤ کہ اسے یہاں ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی ہی باتیں بہت سے لوگوں کے ایمان کی مضبوطی کا سبب بن جاتی ہیں اور بہت سے لوگوں کے شبہ والے دل اور ڈانواؤں میں ہو جاتے ہیں خدا کے یہ سب کام حکمت سے اور اسرار سے ہیں تیرے رب کے لشکروں کی گنتی اور ان کی صحیح تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں وہی خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھو کہ بس انیس ہی ہیں جیسے یونانی فلسفیوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی جہالت و ضلالت کی وجہ سے سمجھ لیا کہ اس سے مراد عقول عشرہ اور نفوس تسعہ ہیں حالانکہ یہ مجردان کا دعویٰ ہے جس پر دلیل قائم کرنے سے وہ بالکل عاجز ہیں افسوس کہ آیت کے اول پر تو ان کی نظائیں ہیں لیکن آخری حصہ کے ساتھ وہ کفر کر رہے ہیں جہاں صاف الفاظ موجود ہیں کہ تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر انیس صرف کے کیا معنی؟ صحیحین کی معراج والی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضور ﷺ نے بیعت المعمور کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اسی طرح دوسرے روز دوسرے ستر ہزار فرشتے اسی طرح ہمیشہ تک لیکن فرشتوں کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی۔

مسند احمد میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چر چرا ہے میں اور انہیں چر چرانے کا حق ہے ایک انگلی نکالنے کی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہوا اگر تم وہ جان لیتے جو

میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے بہت زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی بیویوں کے ساتھ لذت نہ پاسکتے بلکہ فریاد و زاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے بے ساختہ یہ نکل جاتا کاش کہ میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن غریب بتلاتے ہیں اور حضرت ابوذرؓ سے موقوفہ بھی روایت کی گئی ہے۔ طبرانی میں ہے ساتوں آسمانوں میں قدم رکھنے کی بالشت بھریا تھیلی جتنی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام کی یار کوغ کی یا سجدے کی حالت میں نہ ہو پھر بھی یہ سب کل قیامت کے دن کہیں گے کہ خدایا تو پاک ہے ہمیں جس قدر تیری عبادت کرنی چاہئے تھی اس قدر ہم سے ادانہیں ہو سکتی البتہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ امام محمد بن نصر مروزیؒ کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے سوال کیا کہ کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا آپ نے فرمایا آسمانوں کا چرچہ بولنا میں سن رہا ہوں اور وہ اس چرچہ اہٹ پر ملامت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس پر اس قدر فرشتے ہیں کہ ایک بالشت بھر جگہ خالی نہیں کہیں کوئی رکوع میں ہے اور کہیں کوئی سجدے میں۔

دوسری روایت میں ہے آسمان دنیا میں ایک قدم رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں سجدے میں یا قیام میں کوئی فرشتہ نہ ہو اسی لئے فرشتوں کا یہ قول قرآن کریم میں موجود ہے وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ یعنی ہم میں سے ہر ایک کے لئے مقرر جگہ ہے اور ہم صفیں باندھنے والے اور خدا کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں اس حدیث کا مرفوع ہونا بہت ہی غریب ہے دوسری روایت میں یہ قول حضرت ابن مسعود کا بیان کیا گیا ہے ایک اور سند سے یہ روایت حضرت ابن علاء بن سعد سے بھی مرفوعاً مروی ہے یہ صحابی فتح مکہ میں اور اس کے بعد کے جہادوں میں حضورؐ کے ساتھ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیکن سند ایہ بھی غریب ہے۔ ایک اور بہت ہی غریب بلکہ سخت منکر حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے نماز کھڑی ہوئی تھی اور تین شخص بیٹھے ہوئے تھے جن میں کا ایک ابو جوش لیثی تھا آپ نے فرمایا اٹھو حضورؐ کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ تو دو شخص تو کھڑے ہو گئے لیکن ابو جوش کہنے لگا اگر کوئی ایسا شخص آئے جو طاقت و قوت میں مجھ سے زیادہ ہو اور مجھ سے کشتی لڑے اور مجھے گرا دے پھر میرا منہ مٹی میں ملا دے تو تو میں اٹھوں گا ورنہ بس اٹھ چکا حضرت عمرؓ نے فرمایا اور کون آئے گا آج میں تیار ہوں چنانچہ کشتی ہونے لگی اور میں نے اسے پچھاڑا پھر اس کے منہ کو مٹی میں مل دیا اور اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور اسے میرے ہاتھ سے چھڑا دیا میں بڑا بگڑا اور اسی غصہ کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ابو حفص آج کیا بات ہے؟ میں نے کل واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا اگر عمر اس سے خوش ہوتا تو اس پر رحم کرتا خدا کی قسم میرے نزدیک تو اس خبیث کا سر تو اتار لیتا تو اچھا تھا یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ یونہی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف لپکے خاصی دور نکل چکے تھے جو حضورؐ نے انہیں آواز دی اور فرمایا بیٹھو سنو تو لو کہ خدا ابو جوش کی نماز سے بالکل بے نیاز ہے آسمان دنیا میں خشوع و خضوع والے بے شمار فرشتے خدا کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جو قیامت کو سجدے سے سراٹھائیں گے اور یہ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادانہیں ہو سکا اسی طرح دوسرے آسمان میں بھی یہی حال ہے حضرت عمرؓ نے سوال کیا کہ حضور ان کی تسبیح کیا ہے؟ فرمایا آسمان دنیا کے فرشتے تو کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ اور دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوتِ اور تیسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ عمرؓ تم بھی اپنی نماز میں اسے کہا کرو حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ اس سے پہلے :

پڑھنا آپ نے سکھایا ہے اور جس کے پڑھنے کو فرمایا ہے اس کا کیا ہوگا کہا، کبھی یہ کہو کبھی وہ پڑھو پہلے جو پڑھنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ یہ تھا
 اَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَ اَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ اَعُوذُ بِكَ مِنْكَ جَلًّا وَ جَهْلًا یعنی خدایا تیرے عذابوں سے
 میں تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری ناراضگی سے تیری رضا مندی کی پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ پکڑتا ہوں اور تیرا چہرہ
 جلال والا ہے۔ اور اسحق مروزی جو راوی حدیث ہے اس سے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں اور امام ابن حبان رحمۃ
 اللہ علیہ بھی انہیں ثقہ راویوں میں گنتے ہیں لیکن حضرت امام ابوداؤد امام نسائی امام عقیلی اور امام دارقطنی رحمہم اللہ انہیں ضعیف کہتے ہیں امام ابو
 حاتم رازیؒ فرماتے ہیں تھے تو یہ سچے مکرنا بیٹا ہو گئے تھے اور کبھی کبھی تلقین قبول کر لیا کرتے تھے ہاں ان کی کتابوں کی مرویات صحیح ہیں ان
 سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ مضطرب ہیں اور ان کے استاد عبد الملک بن قدامہ ابوقادہ نجفی میں بھی کلام ہے، تعجب ہے کہ امام محمد بن نصر رحمۃ اللہ
 علیہ نے ان کی اس حدیث کو کیسے روایت کر دیا؟ اور نہ تو اس پر کلام کیا نہ اس کے خال کو معلوم کرایا نہ اس کے بعض راویوں کے ضعف کو بیان
 کیا، ہاں اتنا تو کیا ہے کہ اسے دوسری سند سے مرسل روایت کر دیا ہے اور مرسل کی دوسری سندیں لائے ہیں ایک حضرت سعید بن جبیرؒ دوسری
 حضرت حسن بصریؒ سے۔

پھر ایک اور روایت لائے ہیں کہ حضرت عدی بن ارطاطہؒ نے مدائن کی جامع مسجد میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک صحابی سے
 سنا ہے انہوں نے نبی ﷺ سے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے فرشتے ہیں جو ہر وقت خوف خدا سے کپکپاتے رہتے ہیں ان
 کے آنسو گرتے رہتے ہیں اور وہ ان فرشتوں پر ٹپکتے ہیں جو نماز میں مشغول ہیں اور ان میں ایسے فرشتے بھی ہیں جو ابتداء دنیا سے رکوع میں ہی
 ہیں اور بعض سجدے میں ہی ہیں قیامت کے دن اپنی پیٹھ اور اپنا سر اٹھائیں گے اور نہایت عاجزی سے جناب باری میں عرض کریں گے کہ
 خدایا تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ اس حدیث کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ آگ جس کا وصف تم سن
 چکے ہو لوگوں کے لئے سراسر باعث عبرت و نصیحت ہے۔ پھر چاند کی رات کے جانے کی صبح کے روشن ہونے کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ وہ
 آگ ایک زبردست اور بہت بڑی چیز ہے جو اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کی راہ لگنا چاہے لگ جائے جو چاہے باوجود اس کے بھی حق کو پیٹھ
 ہی دیتا رہے اور اس سے دور بھاگتا رہے اور اسے رد کرتا رہے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۖ اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِيْنِ ۗ هُمْ فِي جَنَّٰتٍ
 يَتَسَاءَلُوْنَ ۚ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ
 قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمَصْلِيْنَ ۗ هُوَ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَظْمُ الْمُسْكِيْنَ ۗ
 وَكُنَّا نَخَوْضُ مَعَ الْخَآبِضِيْنَ ۗ وَكُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الدِّیْنِ ۗ

ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس اور مبتلا ہے ○ مگر دائیں ہاتھ والے ○ کہ وہ بیشعور میں بیٹھے سوال کرتے ہوں گے ○ گنہگاروں سے ○ کہ تمہیں دوزخ
 میں کس چیز نے ڈالا؟ ○ وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازیوں میں نہ تھے ○ نہ سکیں لوں کو کھانا کھلاتے تھے ○ اور ہم بحث کرنے والے انکار یوں کا ساتھ دے کر بحث
 مباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے ○ اور جزا سزا کے دن کو بھی ہم چاہیں جانتے تھے ○

جنتیوں اور دوزخیوں میں گفتگو ہوگی: ☆☆ (آیت: ۳۸-۴۶) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال میں قیامت کے دن

جگزرا بندھا ہوگا لیکن جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آیا ہے وہ جنت کے بالا خانوں میں چین سے بیٹھے ہوئے جہنمیوں کو بدترین عذابوں میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے نہ تو رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا بغیر علم کے جو زبان پر چڑھا سکتے رہے جہاں کسی کو اعتراض کرتے سنا ہم بھی ساتھ ہو گئے اور باتیں بنانے لگ گئے اور قیامت کے دن کی تکذیب ہی کرتے رہے یہاں تک کہ موت آگئی۔ یقین کے معنی موت کے اس آیت میں بھی ہیں **وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ** یعنی موت کے وقت تک خدا کی عبادت میں لگا رہو اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی نسبت حدیث میں بھی یقین کا لفظ آیا ہے۔

حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِينَ ۖ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّفَاعِينَ ۖ فَمَا لَهُمْ
عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ۖ كَانَهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفَرَةٌ ۖ فَتَرْت
مِنْ قُتُورَةٍ ۖ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُتُوتِ صُحُفًا
مُّنْشَرَةً ۖ كَلَّا ۖ بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۖ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۖ
فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۖ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۖ هُوَ
أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۖ

یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی ○ پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی ○ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں ○ گویا کہ وہ بد کے ہوئے گدھے ہیں ○ جو شیر سے بھاگے ہوں ○ بلکہ ان میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتابیں دکھائیں ○ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ قیامت سے بے خوف ہیں ○ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن ایک نصیحت ہے ○ اب جو چاہے اسے یاد کر لے ○ اور وہ جہمی یاد کریں گے جب اللہ تعالیٰ چاہے وہ ہی اس لائق ہے کہ اس سے ذریں اور اس لائق بھی کہ وہ بخشنے ○

(آیت: ۴۷-۵۶) اب خدائے عالم فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی کی سفارش اور شفاعت نفع نہ دے گی اس لئے کہ شفاعت وہاں نافع ہوتی ہے جہاں محل شفاعت ہو لیکن جن کا دم بھی کفر پر نکلا ہو ان کے لئے شفاعت کہاں؟ وہ ہمیشہ کے لئے ہاویہ میں گئے۔ پھر فرمایا کیا بات ہے؟ کون سی وجہ ہے کہ یہ کافر تیری نصیحت اور دعوت سے منہ پھیر رہے ہیں اور قرآن حدیث سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شکاری شیر سے فارسی زبان میں جسے شیر کہتے ہیں اسے عربی میں اسد کہتے ہیں اور حبشی زبان میں قسورہ کہتے ہیں اور نبطی زبان میں آیا۔ پھر فرماتا ہے یہ مشرکین تو چاہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص پر علیحدہ علیحدہ کتاب اترے جیسے اور جگہ ان کا مقولہ ہے حَتَّىٰ نُتُوتِي مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ یعنی جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ وہ نہ دے دیئے جائیں جو اللہ کے رسول کو دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کو جو نبی علم ہے کہ رسالت کے قابل کون ہے؟ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم بغیر عمل کے چھٹکارا دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دراصل وجہ یہ ہے کہ انہیں آخرت کا خوف ہی نہیں کیونکہ انہیں اس کا یقین نہیں اس پر ایمان نہیں بلکہ اسے جھٹلاتے ہیں تو ڈرتے کیوں؟ پھر فرمایا سچی بات تو یہ ہے کہ یہ قرآن محض نصیحت و موعظت ہے جو چاہے عبرت حاصل کر لے اور نصیحت پکڑ لے جیسے فرمان ہے **وَمَا تَشَاءُ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ** یعنی تمہاری چاہتیں خدا کی چاہت کی تابع ہیں۔ پھر فرمایا اسی کی ذات اس

قابل ہے کہ اس سے خوف کھایا جائے اور وہی ایسا ہے کہ ہر رجوع کرنے والے کی توبہ قبول فرمائے۔

مسند احمد میں ہے رسول کریم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہرایا جائے جو میرے ساتھ شریک بنانے سے بچ گیا تو وہ میری بخشش کا مستحق ہو گیا۔ ابن ماجہ اور نسائی اور ترمذی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن غریب کہتے ہیں سہیل اس کا راوی قوی نہیں اللہ تعالیٰ کے احسان سے سورۃ مدثر کی تفسیر بھی ختم ہوئی فالحمد للہ۔

تفسیر سورۃ القیامہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَا اَقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝ وَلَا اَقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ ۝ اَیَحْسَبُ
الْاِنْسَانُ اَلَنْ تَجْمَعَ عِظَامُهُ ۝ بَلٰی قَدَرِیْنِ عَلٰی اَنْ تُسَوّیَ بَنَانَهُ ۝
بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لَیْفَجَرَ ۝ اَمَامَهُ ۝ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝

معبود برحق رحمن ورحیم کے نام سے شروع

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ○ اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو ○ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں ○ ہاں کریں گے ہم تو قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پور پور تک درست کر دیں ○ بلکہ انسان تو چاہتا ہے کہ آگے آگے نافرمانیاں کرتا جائے ○ پوچھتا رہتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا ○؟

ہم سب اپنے اعمال کا خود آئینہ ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱-۶) یہ کنی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جائے اگر وہ رد کرنے کی چیز ہو تو قسم سے پہلے لا کلمہ نفی کی تائید کے لئے لانا جائز ہوتا ہے یہاں قیامت کے ہونے پر اور جاہلوں کے اس قول کی تردید پر کہ قیامت نہ ہو گی قسم کھائی جا رہی ہے تو فرماتا ہے قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنے والی جان کی حضرت حسنؓ تو فرماتے ہیں قیامت کی قسم ہے اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم نہیں ہے حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں دونوں کی قسم ہے حسنؓ اور اعرجؓ کی قرات لَا اَقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ہے اس سے بھی حضرت حسنؓ کے قول کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک پہلے کی قسم ہے اور دوسرے کی نہیں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھائی ہے جیسے کہ حضرت قتادہؓ کا فرمان ہے ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؓ سے بھی یہی مروی ہے اور امام ابن جریرؓ کا مختار قول بھی یہی ہے۔ یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے۔

نفس لوامہ کی تفسیر میں حضرت حسن بصریؒ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومن کا نفس ہے وہ ہر وقت اپنے تئیں ملامت ہی کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہہ دیا؟ یہ کیوں کھالیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے اسے کیا بڑی جوائے نفس کو روکے یہ بھی مروی ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق قیامت کے دن اپنے تئیں ملامت کرے گی خیر والے خیر کی کمی پر اور شر والے شر کے سرزد ہونے پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذموم نفس ہے جو نافرمان ہو فحوت شدہ پر نادم ہونے والا اور اس پر ملامت کرنے والا۔ امام ابن جریرؓ فرماتے ہیں یہ سب اقوال قریب قریب ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ وہ نفس والا ہے جو نیکی کی کمی پر بُرائی کے ہو جانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا

ہے اور فوت شدہ پرندامت کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کیا انسان یہ سوچے ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں گے؟ یہ تو نہایت غلط خیال ہے ہم اسے متفرق جگہ سے جمع کر کے دوبارہ کھڑا کریں گے اور اس کی باشت باشت بنادیں گے۔ ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یعنی ہم قادر ہیں کہ اسے اونٹ یا گھوڑے کے تلوے کی طرح بنادیں امام ابن جریر فرماتے ہیں یعنی دنیا میں بھی اگر ہم چاہتے اسے ایسا کر دیتے آیت کے لفظوں سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قَادِرِینَ حال ہے نَحْمَعُ سے یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے؟ ہاں ہاں ہم عنقریب جمع کریں گے درآئیکہ ہمیں ان کے جمع کرنے کی قدرت ہے بلکہ اگر ہم چاہیں تو جتنا یہ تھا اس سے بھی کچھ زیادہ بنا کر اسے اٹھائیں اس کی انگلیوں کے سرے برابر کے کر کے۔ ابن قتیبہ اور زجاج کے قول کے یہی معنی ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فسق و فجور کرنا چاہتا ہے یعنی قدم بہ قدم بڑھ رہا ہے امیدیں باندھے ہوئے ہے کہتا جاتا ہے کہ گناہ کرتوں تو بہ بھی ہو جائے گی قیامت کے دن سے جو اس کے آگے ہے کفر کرتا ہے وہ گویا اپنے سر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہا ہے ہر وقت یہی پایا جاتا ہے کہ ایک ایک قدم اپنے نفس کو خدا کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے مگر جن پر رب کا رحم ہے۔ اکثر سلف کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یوم حساب سے انکاری ہے ابن زید بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ظاہر مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی اس کا یہ سوال بھی بطور انکار کے ہے یہ تو جانتا ہے کہ قیامت کا آنا محال ہے۔ جیسے اور جگہ ہے وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتا دو کہ قیامت کب آئے گی؟ ان سے کہہ دے کہ اس کا ایک دن مقرر ہے جس سے نہ تم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے۔

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۖ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۖ وَجُمِعَ الشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ ۖ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفْرُغُ ۖ كَلَّا لَا وَزَرَ ۖ
إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۖ يُنَبِّئُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا
قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۖ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۖ وَلَوْ أَلْقَىٰ
مَعَاذِيرَهُ ۖ

پس جس وقت کہ نگاہ پتھر جائے ○ اور چاند بے نور ہو جائے ○ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں ○ اس دن انسان کہے گا کہ آج بھاگنے کی جگہ کہاں ہے ○ نہیں نہیں کوئی پناہ نہیں ○ آج تو تیرے پروردگار کی طرف ہی قرار گاہ ہے ○ آج انسان کو اس کے آگے بھجھے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سے آگاہ کیا جائے گا ○ بلکہ انسان خود اپنے اوپر آپ بخت ہے ○ گواہی تمام عذر سامنے ڈال دے ○

(آیت: ۹-۱۵) یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھر جائیں گی، جیسے اور جگہ ہے لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ الخ یعنی پلکیں جھکیں گی نہیں بلکہ رعب و دہشت خوف و وحشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے رہیں گے۔ بَرَقَ کی دوسری قرات بَرَقَ بھی ہے، معنی قریب قریب ہیں اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے گی اور سورج، چاند جمع کر دیئے جائیں گے یعنی دونوں کو بے نور کر کے لپیٹ لیا جائے گا جیسے فرمایا إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ نَكَدَتْ حضرت ابن مسعود کی قرات میں وَجُمِعَ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ہے انسان جب یہ پریشانی شدت ہول گھبراہٹ اور انتظام عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھے گا تو بھاگا جائے گا اور کہے گا کہ جائے پناہ بھاگنے کی جگہ کہاں

ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے اور اس کے پاس ٹھہرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَا يَوْمَ مَعِيذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَكِيرٍ یعنی آج نہ تو کوئی جائے پناہ ہے نہ ایسی جگہ کہ وہاں جا کر تم انجان اور بے پہچان بن جاؤ آج ہر شخص کو اس کے اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے اعمال سے مطلع کیا جائے گا۔ جیسے فرمان ہے وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا الخ جو کیا تھا موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے اپنے اعمال کا خود آئینہ ہے گواہکار کرے اور عذر معذرت پیش کرتا پھرے۔ جیسے فرمان ہے اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ حَسْبًا اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور اپنے تئیں آپ ہی جانچ لے ان کے کان آکھ آکھ تھ پاؤں اور دیگر اعضاء ہی اس پر شہادت دینے کو کافی ہیں لیکن افسوس کہ یہ دوسروں کے عیسوں اور نقصانوں کو دیکھتا ہے اور اپنے کیڑے چنے سے غافل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم تو دوسروں کی آنکھوں کا تو تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تجھے دکھائی نہیں دیتا؟ قیامت کے دن گواہانِ فضول بہانے بنائے اور جھوٹی دلیلیں دے اور بے کار عذر پیش کرے ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ پردے ڈالے۔ اہل یمن پردے کو عذر کہتے ہیں لیکن صحیح معنی اور پردا لے ہیں جیسے اور جگہ ہے کہ کوئی معقول عذر نہ پا کر اپنے شرک کا سرے سے انکار ہی کر دیں گے کہ خدا کی قسم ہم مشرک تھے ہی نہیں اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن خدا کے سامنے بھی قسمیں کھا کھا کر سچا ہونا چاہیں گے جیسے دنیا میں تمہارے سامنے ان کی حالت ہے لیکن خدا پر تو ان کا جھوٹ ظاہر ہے گو وہ اپنے تئیں کچھ بھی سمجھتے رہیں غرض عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کچھ کارآمد نہ ہوگی جیسے اور جگہ فرماتا ہے لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ ظَالِمُونَ لَوْ أَن كَانُوا يَشْعُرُونَ قیامت کے دن اپنے شرک کے ساتھ ہی اپنی تمام بد اعمالیوں کا انکار کر دیں گے لیکن بے سود ہوگا۔

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۚ إِنَّ عَلَيْنا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۚ

اے نبی تم قرآن کو جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو ○ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے ○

حفظ قرآن تلاوت و تفسیر کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ: ☆ ☆ (آیت: ۱۶-۱۷) یہاں اللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو تعلیم دیتا ہے کہ فرشتے سے وحی کس طرح حاصل کریں آنحضورؐ اس کے لینے میں بہت جلدی کرتے تھے اور قرأت میں فرشتے کے بالکل ساتھ ساتھ رہتے تھے پس اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے آپ سنتے رہیں پھر جس ڈر سے آپ ایسا کرتے تھے اس کی بابت تسلی دیتا ہے کہ آپ کے سینے میں اسے جمع کر دینا اور بروقت آپ کی زبان سے اس کا پڑھنا دینا یہ ہمارے ذمہ ہے اسی طرح اس کا واضح کرنا اور تفسیر اور بیان آپ سے کرانے کے ذمہ دار بھی ہم ہی ہیں پس پہلی حالت تو یاد کرنا دوسری تلاوت کرنا تیسری تفسیر مضمون اور توضیح مطلب کرنا تینوں کی کفالت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی۔ جیسے اور جگہ ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنی جب تک تیرے پاس وحی پوری نہ آئے تو پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر ہم سے دعا مانگ کہ میرے رب میرے علم کو زیادہ کرتا رہ۔ پھر فرماتا ہے اسے تیرے سینے میں جمع کرنا اور اسے تجھ سے پڑھوانا ہمارے اوپر ہے جب ہم اسے پڑھیں یعنی ہمارا نازل کردہ فرشتہ جب اسے تلاوت کرے تو تو سن لے جب وہ پڑھ چکے تب تو پڑھ ہماری مہربانی سے تجھے پورا یاد نکلے گا انتہائی نہیں بلکہ حفظ کرانے تلاوت کرانے کے بعد ہم تجھے اس کے معنی مطالب تبیین و توضیح کے ساتھ سمجھا دیں گے تاکہ ہماری اصلی مراد اور صاف شریعت سے تو پوری طرح آگاہ ہو جائے۔

معد میں ہے حضورؐ کو اس سے پہلے وحی لینے میں سخت تکلیف ہوتی تھی اس ڈر کے مارے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں فرشتے کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور آپ کے ہونٹ ہلتے جاتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ راوی حدیث نے اپنے ہونٹ ہلا کر دکھایا کہ اس طرح اور ان کے شاگرد سعید نے بھی اپنے استاد کی طرح ہلا کر اپنے شاگرد کو دکھائے اس پر یہ آیت اتری کہ اتنی جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاؤ اسے آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کی زبان سے اس کی تلاوت کرنا ہمارے سپرد ہے۔

فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۖ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۚ كَلَّا
بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ۖ وَ تَذَرُونَ الْآخِرَةَ ۚ وَجْوهٌ يُؤْمِنُ
نَاصِرَةٌ ۖ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاطِرَةٌ ۖ وَوَجْوهٌ يُؤْمِنُ بِآسَرَةٍ ۖ تَنْظُرُ
يُفْعَلُ بِهَا فَاقِرَةٌ ۖ

ہم جب اسے پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کے درپے رہو ۝ پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمہ ہے ۝ نہیں نہیں تم تو دنیا کی محبت رکھتے ہو ۝ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو ۝ اس روز بہت سے چہرے ترد تازہ اور بارونق ہوں گے ۝ اور اپنے رب کی طرف دیکھتے ۝ اور کتنے ایک چہرے اس دن بد رونق اور اداس ہوں گے ۝ سمجھتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا ۝

(آیت: ۱۸-۲۵) جب ہم اسے پڑھیں تو آپ سننے اور چپ رہنے، جبریل علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد انہی کی طرح ان کا پڑھایا ہوا پڑھنا بھی ہمارے سپرد ہے۔ بخاری مسلم میں بھی یہ روایت ہے، بخاری شریف میں یہ بھی ہے کہ پھر جب وحی اترتی آپ نظریں نیچی کر لیتے اور جب وحی چلی جاتی آپ پڑھتے۔ ابن ابی حاتم میں بھی یہ روایت ابن عباسؓ یہ حدیث مروی ہے اور بہت سے مفسرین سلف صالحین نے یہی فرمایا ہے یہ بھی مروی ہے کہ حضورؐ ہر وقت تلاوت فرمایا کرتے تھے کہ ایسا نہ ہو میں بھول جاؤں اس پر یہ آیتیں اتریں۔

حضرت ابن عباسؓ اور عطیہ عوفیؓ فرماتے ہیں اس کا بیان ہم پر ہے یعنی حلال و حرام کا واضح کرنا، حضرت قتادہؓ کا قول بھی یہی ہے۔ پھر فرمان ہوتا ہے کہ ان کافروں کو قیامت کے انکار اور خدا کی پاک کتاب کو نہ ماننے اور خدا کے عظیم الشان رسول کی اطاعت نہ کرنے پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا اور ترک آخرت ہے حالانکہ آخرت کا دن بڑی اہمیت والا دن ہے اس دن بہت سے لوگ تو وہ ہوں گے جن کے چہرے ہشاش بشاش تر و تازہ خوش و خرم ہوں گے اور اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہو رہے ہوں گے جیسے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو صاف صاف کھلم کھلا اپنے سامنے دیکھو گے۔ بہت سی صحیح حدیثوں سے متواتر سندوں سے جو ائمہ حدیث نے اپنی کتابوں میں وارد کی ہیں ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان والے اپنے رب کے دیدار سے قیامت کے دن مشرف ہوں گے ان حدیثوں کو نہ تو کوئی ہٹا سکے نہ ان کا کوئی انکار کر سکے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا سورج اور چاند کو جبکہ آسمان صاف ہے ابرہود دیکھنے میں تمہیں کوئی حرامت اور بھیڑ بھڑا ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے صحیحین میں ہے حضرت جریر سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو ایسے دیکھو گے جیسے چودہویں رات کے چاند کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم سے ہو سکے تو سورج نکلنے سے پہلے کی نماز (یعنی صبح کی نماز) اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نماز (یعنی عصر کی نماز) میں کسی طرح کی سستی نہ کرو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے انہی دونوں متبرک کتابوں میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو جنتیں سونے کی ہیں وہاں کے برتن بھانڈے

كَلاَّ إِذَا بَلَغَتِ الرَّاقِيَّ ۖ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۖ وَظَنَّ أَنَّهُ
الْفِرَاقُ ۖ وَالْتَفَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۖ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ
الْمَسَاقُ ۖ فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّىٰ ۖ وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ

نہیں نہیں جب روح ہنسی تک پہنچے گی ○ اور کہا جائے گا کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ ○ اور یقین ہو جائے گا کہ یہ وقت جدائی ہے ○ اور پنڈلی سے پنڈلی
پٹ جائے گی ○ آج تیرے پروردگار کی طرف ہی چلنا ہے ○ اس نے تو تصدیق کی نہ نماز ادا کی ○ بلکہ جھٹلایا اور روگردانی کی ○

جب ہماری روح حلق تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے بعد کیا ہوتا ہے: ☆ ☆ (آیت: ۲۶-۳۲) یہاں پر موت کا اور سکرات کے عالم کا بیان ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس وقت حق پر ثابت قدم رکھے۔ کلاً کو اگر یہاں ڈانٹ کے معنی میں لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اے ابن آدم تو جو میری خبیروں کو جھٹلاتا ہے وہ درست نہیں بلکہ ان کے مقدمات تو تو روزمرہ کھلم کھلا دیکھ رہا ہے اور اگر اس لفظ کو حَقًّا کے معنی میں لیں تو مطلب اور زیادہ ظاہر ہے یعنی یہ بات یقینی ہے کہ جب تیری روح تیرے جسم سے نکلنے لگے اور تیرے زرخرے تک پہنچ جائے۔ تَراقی جمع ہے تَرْقُوۃ کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو سینے پر اور مونڈھوں کے درمیان میں ہیں جسے ہانس کی ہڈی کہتے ہیں جیسے اور جگہ ہے فَلَوۡ لَا إِذَا بَلَغَتِ الْخُلُقُومُ سے صَادِقِینَ تک فرمایا ہے یعنی جبکہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تم دیکھ رہے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے، پس اگر تم حکم الہی کے ماتحت نہیں ہو اور اپنے اس قول میں سچے ہو تو اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لاتے؟ اس مقام پر اس حدیث پر بھی نظر ڈال لی جائے جو بشر بن مجاہد کی روایت سے سورہ یسین کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ تَراقی جو جمع ہے تَرْقُوۃ کی ان ہڈیوں کو کہتے ہیں جو حلقوم کے قریب ہیں اس وقت ہائی دہائی ہوتی ہے کہ کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کرے یعنی کسی طبیب وغیرہ کے ذریعہ شفا ہو سکتی ہے؟ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فرشتوں کا قول ہے یعنی اس روح کو لے کر کون چڑھے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟ اور پنڈلی سے رگڑا کھانے کا ایک مطلب تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ دنیا اور آخرت اس پر جمع ہو جاتی ہے دنیا کا آخری دن ہوتا ہے اور آخرت کا پہلا دن ہوتا ہے جس سے سختی پر سخت ہو جاتی ہے مگر جس پر رب رحیم کا رحم و کرم ہو دوسرا مطلب حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ ایک بہت بڑا امیر دوسرے بہت بڑے امیر سے مل جاتا ہے بلا پر بلا آ جاتی ہے تیسرا مطلب حضرت حسن بصریؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ خود مرنے والے کی بیقراری اور شدت اور اسی پاؤں پر پاؤں کا چڑھ جانا مراد ہے پہلے تو یہ ان پاؤں پر چلتا پھرتا تھا لیکن اب ان میں جان کہاں؟ اور یہ بھی مروی ہے کہ کفن کے وقت پنڈلی سے پنڈلی کا مل جانا مراد ہے۔

چوتھا مطلب حضرت ضحاک سے یہ بھی مروی ہے کہ دو کام دو طرف جمع ہو جاتے ہیں ادھر تو لوگ اس کے جسم کو نہلا دھلا کر سپرد خاک کرنے کو تیار ہیں ادھر فرشتے اس کی روح لے جانے میں مشغول ہیں اگر نیک ہے تو عمدہ تیاری اور دھوم کے ساتھ اگر بد ہے تو نہایت ہی برائی اور بدتر حالت کے ساتھ۔ اب لوٹنے اور قرار پانے کی رہنے سہنے اور پہنچ جانے کی جگہ کھج کر جانے اور چل کر پہنچنے کی جگہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے پھر وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اسے زمین کی طرف پھر لے جاؤ میں نے ان سب کو اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹا کر لے جاؤں گا اور پھر اسی سے انہیں دوبارہ نکالوں گا۔ جیسے کہ حضرت براء کی مطول حدیث میں آیا ہے یہی مضمون جیسے کہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وہی اپنے بندوں پر غالب ہے وہی تمہاری حفاظت کے لئے

تمہارے پاس فرشتے بھیجتے ہیں تاکہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے فوت کر لیتے ہیں اور وہ کوئی تصور نہیں کرتے پھر سب کے سب اپنے بچے مولا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں یقین مانو کہ حکم اسی کا چلتا ہے اور وہ سب سے بعد حساب لینے والا ہے۔ پھر اس کافر انسان کا حال بیان ہو رہا ہے جو اپنے دل اور اپنے عقیدے سے حق کا جھٹلانے والا اور اپنے بدن اور اپنے عمل سے حق سے روگردانی کرنے والا تھا جس کا ظاہر باطن برباد ہو چکا تھا اور کوئی بھلائی اس میں باقی نہیں رہی تھی نہ وہ خدا کی باتوں کی دل سے تصدیق کرتا تھا نہ جسم سے عبادت خدا بجالاتا تھا یہاں تک کہ نماز کا بھی چور تھا۔

ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى ۚ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ۚ ثُمَّ أَوْلَىٰ
لَكَ فَأَوْلَىٰ ۚ أَيْحَسِبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۚ أَلَمْ يَكُنْ
نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ۚ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ۚ
فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۚ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِيرٍ
عَلَىٰ أَنْ يُخَيَّ الْمَوْتَىٰ ۚ

پھر اپنے گھر والوں کے پاس اتراتا ہوا گیا ○ انہوں نے تجھ پر حسرت ہے تجھ پر ○ وائے اور خرابی ہے تیرے لئے ○ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا ○ کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا جو نکپا جاتا ہے ○ پھر وہ ہو کی پھلکی ہو گیا پھر اللہ نے اسے پیدا کیا اور درست بنا دیا ○ پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے ○ کیا یہ اللہ اس امر پر قادر نہیں؟ کہ مردے کو زندہ کر دے ○

(آیت: ۳۳-۴۰) ہاں جھٹلانے اور منہ موڑنے میں بے باک تھا اور اپنے اس ناکارہ عمل پر اتراتا اور پھولتا ہوا بے ہمتی اور بد عملی کے ساتھ اپنے والوں میں جا ملتا تھا۔ جیسے اور جگہ ہے وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ یعنی جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے ہیں تو خوب باتیں بتاتے ہوئے مزے کرتے ہوئے خوش خوش جاتے ہیں اور جگہ ہے إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مُسْرُورًا یعنی یہ اپنی گھرانے والوں میں شادمان تھا اور سمجھ رہا تھا کہ خدا کی طرف اسے لوٹنا ہی نہیں۔ اس کا یہ خیال محض غلط تھا اس کے رب کی نگاہیں اس پر تھیں پھر اسے اللہ تبارک و تعالیٰ دھمکاتا ہے اور ڈر سناتا ہے اور فرماتا ہے خرابی ہو تجھے خدا کے ساتھ کفر کر کے پھر اتراتا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ یعنی قیامت کے دن کافر سے بطور ڈانٹ کے اور حقارت کے کہا جائے گا کہ لے اب مزہ چکھ تو تو بڑی عزت اور بزرگی والا تھا۔ اور فرمان ہے كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ کچھ کھا پی لو آخر تو بدکار گنہگار ہو۔ اور جگہ ہے مَا عْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُونِهِ جَاؤُاْ خُذَاْ سِوَا جِسْمِ جَاؤُاْ عِبَادَتِ كُرُوْا غَيْرَ وَغَيْرَ غُرْضٍ يَّهِيَ كَ اَن تَمَام جگہوں میں یہ احکام بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر سے جب یہ آیت اُولَىٰ لَكَ کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا رسول مقبول ﷺ نے یہ ابو جہل کو فرمایا تھا پھر قرآن میں بھی یہی الفاظ نازل ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی اسی کے قریب قریب سنائی میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت قتادہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ کے اس فرمان پر اس دشمن خدا نے کہا کہ کیا تو مجھے دھمکاتا ہے؟ خدا کی قسم تو اور تیرا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے والوں میں سب سے زیادہ ذی عزت میں ہوں۔ کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ اسے کوئی حکم اور کسی چیز کی ممانعت نہ کی جائے گی؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا میں اسے حکم و ممانعت اور آخرت میں اپنے اپنے اعمال کے بموجب جزاء و سزا ضرور ملے گی۔

گی۔ مقصود یہاں پر قیامت کا اثبات اور منکرین قیامت کا رد ہے اسی لئے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ انسان دراصل نطفہ کی شکل میں بے جان و بے بنیاد تھا پانی کا ذلیل قطرہ تھا جو پیٹھ سے رحم میں آیا پھر خون کی پھنگی بنی پھر گوشت کا لوتھڑا ہوا پھر خدائے تعالیٰ نے شکل و صورت دے کر روح پھونکی اور سالم اعضاء والا انسان بنا کر مرد یا عورت کی صورت میں پیدا کیا۔ کیا اور وہ خدا جس نے نطفہ ضعیف کو ایسا صحیح القامت قوی انسان بنا دیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اسے فنا کر کے پھر دوبارہ پیدا کر دے؟ یقیناً پہلی مرتبہ کا پیدا کرنے والا دوبارہ بنانے پر بہت زیادہ اور بطور اولیٰ قادر ہے یا کم از کم اتنا ہی جتنا پہلی مرتبہ تھا جیسے فرمایا وَهُوَ الَّذِي يُبْدِئُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَىٰ عَلَيْهِ اس نے ابتدا پیدا کیا وہی پھر لوت لائے گا اور وہ اس پر بہت زیادہ آسان ہے اس آیت کے مطلب میں بھی دو قول ہیں لیکن پہلا قول ہی زیادہ مشہور ہے جیسے کہ سورہ روم کی تفسیر میں اس کا بیان اور تقریر گزر چکی واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی چھت پر یہ آواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب اس سورت کی آخری آیت کی تلاوت کی تو فرمایا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ فَبَلِّی یعنی اے اللہ تو پاک ہے اور بیشک قادر ہے لوگوں نے اس کہنے کا باعث پوچھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کا یہی جواب دیتے ہوئے سنا ہے۔ ابوداؤد میں بھی یہ حدیث ہے لیکن دونوں کتابوں میں اس صحابی کا نام نہیں گویہ نام نہ ہونا مضرب نہیں۔ ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تم میں سے سورہ والہین کی آخری آیت اَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ الْحَاكِمِينَ پڑھے وہ بلا و آنا علی ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ کہے یعنی ہاں اور میں بھی اس پر گواہ ہوں اور جو شخص سورہ قیامت کی آخری آیت اَلَيْسَ ذَالِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ اَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتٰی پڑھے تو وہ کہے بلی اور جو سورہ والمرسلات کی آخری آیت فَبَايَ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ پڑھے وہ اَمَّا بِاللّٰہ کہے۔ یہ حدیث مسند احمد اور ترمذی میں بھی ہے۔ ابن جریر میں حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ اس آخری آیت کے بعد فرماتے سُبْحَانَكَ وَبَلِّی۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے جواب میں یہ کہنا ابن ابی حاتم میں مروی ہے۔ سورہ قیامت کی تفسیر الحمد للہ ختم ہوئی۔

تفسیر سورہ الدھر

صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں آنحضرت ﷺ سورہ الہم تنزیل اور سورہ ہل انی علی الإنسان پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ جب یہ سورت اتری اور حضورؐ نے اس کی تلاوت کی اس وقت آپ کے پاس ایک سانولے رنگ کے صحابی بیٹھے ہوئے تھے جب جنت کی صفوں کا ذکر آیا تو ان کے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور ساتھ ہی روح پرواز کر گئی جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا تمہارے ساتھی اور تمہارے بھائی کی جان جنت کے شوق میں نکل گئی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝
إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا ۝
بَصِيرًا ۝ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ ۖ إِمَّا شَاكِرًا ۖ وَإِمَّا كَفُورًا ۝

بہت بڑی بخششوں اور بہت بڑے رحم والے اللہ کے نام سے شروع

یقیناً انسان پر زمانہ کا وہ وقت بھی گزر چکا ہے جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا ○ بیشک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لئے پیدا کیا اور اسے ستار دیکھا
بنایا ○ ہم نے اسے راہ دکھادی اب خواہ وہ شکر گزار بنے خواہ ناشکر ○

اے انسان اپنے فرائض پہچان: ☆ ☆ (آیت: ۱-۳) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنی حقارت اور اپنے ضعف کی وجہ سے ایسی چیز نہ تھا کہ اس کا ذکر کیا جائے اسے مرد و عورت کے ملے جلے پانی سے پیدا کیا اور عجب عجب پلٹیوں کے بعد یہ موجودہ شکل و صورت اور ہیبت پر آیا اسے ہم آزمارہے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے لَيَبْلُوْكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟ پس اس نے تمہیں کان اور آنکھ عطا فرمائیں تاکہ اطاعت اور معصیت میں تمیز کر سکو۔ ہم نے اسے راہ دکھادی خوب واضح اور صاف کر کے اپنا سیدھا راستہ اس پر کھول دیا جیسے اور جگہ ہے وَ اَمَّا تُمُوْدُ فَهَٰذَا بَيْنَهُمْ فَاسْتَبْجُوْهُمُ عَلَى الْهُدٰى یعنی ثمود یوں کو ہم نے ہدایت کی لیکن انہوں نے اندھا پے کو ہدایت پر ترجیح دی۔

اور جگہ ہے وَ هٰذِيْنَا النَّجْدَيْنِ ہم نے انسان کو دونوں راہیں دکھادیں یعنی بھلائی برائی کی اس آیت کی تفسیر میں مجاہد ابوصالحؒ ضحاکؒ اور سدئیؒ سے مروی ہے کہ اسے ہم نے راہ دکھائی یعنی ماں کے پیٹ سے باہر آنے کی لیکن یہ قول غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے اور جمہور سے یہی منقول ہے۔ شَاكِرٌ اور كَفُوْرٌ کا نصب حال کی وجہ سے ذوالحال لاکي ضمیر ہے اِنَّا هٰذِيْنَا السَّبِيْلُ میں ہے یعنی وہ اس حالت میں یا تو شقی ہے یا سعید ہے جیسے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر شخص صبح کے وقت اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے یا تو اسے ہلاک کر دیتا ہے یا آزاد کر لیتا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے فرمایا خدا تجھے بیوقوفوں کی سرداری سے بچائے حضرت کعب نے کہا یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا وہ میرے بعد کے سردار ہوں گے جو میری سنتوں پر نہ عمل کریں گے نہ میرے طریقوں پر چلیں گے پس جو لوگ ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں اور ان کے ظلم کی امداد کریں وہ نہ میرے ہیں اور نہ میں ان کا ہوں یا در کھودہ میرے حوض کوثر پر بھی نہیں آسکتے اور جو ان کے جھوٹ کو سچا نہ کرے اور ان کے ظلموں میں ان کا مددگار نہ بنے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں یہ لوگ میرے حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے اے کعب روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطاؤں کو میٹ دیتا ہے اور نماز قرب خدا کا سبب ہے یا فرمایا کہ دلیل نجات ہے اے کعب وہ گوشت پوست جنت میں نہیں جاسکتا جو حرام سے پلا ہو وہ تو جہنم میں ہی جانے کے قابل ہے اے کعب لوگ ہر صبح اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتے ہیں کوئی تو اسے آزاد کر لیتا ہے اور کوئی ہلاک کر گزرتا ہے۔

سورہ روم کی آیت فَطَرَهُ اللّٰهُ الَّذِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا کی تفسیر میں حضرت جابرؓ کی روایت سے حضورؐ کا یہ فرمان بھی گزر چکا ہے کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ زبان چلنے لگتی ہے پھر یا تو شکر گزار بنتا ہے یا ناشکر! مسند احمد کی اور حدیث میں ہے کہ جو نکلنے والا نکلتا ہے اس کے دروازے پر دو جھنڈے ہوتے ہیں ایک فرشتے کے ہاتھ میں دوسرا شیطان کے ہاتھ میں پس اگر وہ اس کام کے لئے نکلا جو خدا کی مرضی کا کام ہے تو فرشتہ اپنا جھنڈا لے لے ہوئے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور یہ واپسی تک فرشتے کے جھنڈے تلے ہی رہتا ہے اور اگر خدا کی ناراضگی کا کام لے لے نکلا ہے تو شیطان اپنا جھنڈا لگائے اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور واپسی تک یہ شیطانی جھنڈے تلے رہتا ہے۔

إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَأَغْلَالًا وَسَعِيرًا ۚ إِنَّ الْأَبْرَارَ
يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۚ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ
اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۚ يُوقِفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ
شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۚ وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا
وَأَسِيرًا ۚ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ۚ إِنَّا
نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۚ فَوَقَّهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ
الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۚ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۚ

یقیناً ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور شعلوں والی آگ تیار کر رکھی ہے ○ بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی ملوئی کافور کی ہے ○ جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لی جائیں گی (جدھر چاہیں) ○ جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چوطرف پھیل جانے والی ہے ○ اور اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین یتیم اور قیدیوں کو ○ ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گزاری ○ بے شک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو جگہ ترشی اور سختی والا ہوگا ○ پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی ○ اور انہیں اپنے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے ○

زنجیریں طوق اور شعلے: ☆☆ (آیت: ۳۰-۱۲) یہاں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے لئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار ہے۔ جیسے اور جگہ ہے اِذَا لَأُ غَلَالٌ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسَجَّجُونَ فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسَجَّرُونَ جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں ہوں گی اور یہ جہنم میں جھینے جائیں گے پھر جہنم میں جلائے جائیں گے ان بد نصیبوں کی سزا کا ذکر کر کے اب نیک لوگوں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں وہ جام پلائے جائیں گے جن کی ملوئی کافور نامی نہر کے پانی کی ہوگی ذائقہ بھی اعلیٰ خوشبو بھی عمدہ اور فائدہ بھی بہتر کافور کی سی مٹھنک اور سونٹھ کی سی خوشبو۔ کافور ایک نہر کا نام ہے جس سے خدا کے خاص بندے پانی پیتے ہیں اور صرف اسی سے آسودگی حاصل کرتے ہیں اسی لئے یہاں اسے ب سے متعدی کیا اور تمیز کی بنا پر عینا پر نصب دیا۔ یہ پانی اپنی خوشبو میں مثل کافور کے ہے یا یہ ٹھیک کافور ہی ہے اور عینا کا زیرِ شرب کی وجہ سے ہے پھر اس نہر تک انہیں آنے کی ضرورت نہیں یہ اپنے باغات میں مکانات میں مجلسوں میں میٹھکوں میں جہاں بھی جائیں گے اسے لے جائیں گے اور وہیں وہ پہنچ جائے گی۔ تَفْجِیْرُ کے معنی روانی اور اجرائے ہیں جیسے آیت حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنْ اَوْفَجَّرْنَا حِلًا لِّهَاسِلٍ۔

پھر ان لوگوں کی نیکیاں بیان ہو رہی ہیں کہ جو عبادتیں خدا کی طرف سے ان کے ذمہ تھیں وہ بجای لاتے تھے بلکہ جو چیز یہ اپنے آپ پر کر لیتے اسے بھی بجالاتے یعنی نذر بھی پوری کرتے حدیث میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے وہ پوری کرے اور جو نافرمانی کی نذر مانے اسے پوری نہ کرے۔ امام بخاری نے اسے امام مالک کی روایت سے بیان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بھاگتے رہتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن کا ذکر ہے جس کی گھبراہٹ عام طور پر سب کو کھیر لے گی اور ہر ایک ایک الجھن میں پڑ جائے گا کہ جس پر خدا کا نذر...

ہو زمین و آسمان تک ہول رہے ہوں گے استیطار کے معنی ہی ہیں پھیل جانے والی اور اطراف کو گھیر لینے والی کہ یہ نیک و کار اللہ کی محبت میں مستحق لوگوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ بھی کرتے رہتے تھے اور لا کی ضمیر کا مرجع بعض لوگوں نے طعام کو بھی کہا ہے لفظاً زیادہ ظاہر بھی یہی ہے یعنی باوجود طعام کی محبت اور خواہش و ضرورت کے راہ اللہ غرباء اور حاجت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے وَاَتَى الْمَالَ عَنَى حُبِّهِ لَئِنْ مَالٍ كِي چاہت کے باوجود اسے راہ اللہ دیتے رہتے ہیں۔ اور فرمان ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ یعنی تم ہرگز بھلائی حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی چاہت کی چیزیں راہ اللہ خرچ نہ کرو۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار پڑے آپ کی بیماری میں انگور کا موسم آیا جب انگور کتنے لگے تو آپ کا دل بھی چاہا کہ میں انگور کھاؤں تو آپ کی بیوی صاحبہ حضرت صفیہؓ نے ایک درہم کے انگور منگائے آدمی لے کر آیا اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک سائل بھی آ گیا اور اس نے آواز دی کہ میں سائل ہوں حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ سب اسی کو دے دو چنانچہ دے دیئے گئے پھر دوبارہ آدمی گیا اور انگور خرید لایا اب کی مرتبہ بھی سائل آ گیا اور اس کے سوال پر اسی کو سب کے سب انگور دے دیئے گئے لیکن اب کی مرتبہ حضرت صفیہؓ نے سائل کو کھلوا بھیجا کہ اگر اب آئے تو تمہیں کچھ نہ ملے گا چنانچہ تیسری مرتبہ ایک درہم کے انگور منگوائے گئے (نبہتی)۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو تو اپنی صحت کی حالت میں باوجود مال کی محبت کے باوجود امیری کی چاہت اور افلاس کے خوف کے راہ اللہ دے یعنی مال کی حرص بھی ہو حب بھی ہو اور چاہت و ضرورت بھی ہو پھر بھی راہ اللہ سے قربان کر دے۔ یتیم اور مسکین کے کہتے ہیں؟ وغیرہ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ قیدی کی نسبت حضرت سعید وغیرہ تو فرماتے ہیں مسلمان اہل قبلہ قیدی مراد ہے لیکن ابن عباسؓ وغیرہ کا فرمان ہے اس وقت قیدیوں میں سوائے مشرکین کے اور کوئی مسلم نہ تھا۔ اور اسی کی تائید اس حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے بدری قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب کو فرمایا تھا کہ ان کا اکرام کرو چنانچہ کھانے پینے میں صحابہ خود اپنی جانوں سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں اس سے مراد غلام ہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بہ سبب آیت کے عام ہونے کے اسی کو پسند کرتے ہیں اور مسلم مشرک سب کو شامل کرتے ہیں غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے بلکہ رسول اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کی آخری وصیت اپنی امت کو یہی ہے کہ نمازوں کی نگہبانی کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کا پورا خیال رکھو۔ یہ اس نیک سلوک کا نہ تو ان لوگوں سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ بلکہ اپنے حال سے گویا اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف راہ اللہ دیتے ہیں اس میں ہماری ہی بہتری ہے کہ اس سے رضائے رب اور مرضی مولا ہمیں حاصل ہو جائے ہم ثواب اور اجر کے مستحق ہو جائیں۔

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا کی قسم یہ بات وہ لوگ منہ سے نہیں نکالتے یہ دلی ارادہ ہوتا ہے جس کا علم خدا کو ہے تو خدا نے اسے ظاہر فرمادیا کہ اور لوگوں کی رغبت کا باعث بنے یہ پاک باز جماعت خیرات و صدقات کر کے اس دن کے عذابوں اور ہولناکیوں سے بچنا چاہتی ہے جو ترش رو تک و تار یک اور طول طویل ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اس بنا پر خدا پر رحم کرے گا اور اس محتاجی اور بے کسی والے دن ہمیں ہماری یہ نیکیاں کام آئیں گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے عبوس کے معنی تنگی والا اور قَطْرٌ بِر کے معنی طول طویل مروی ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں کہ اگر کا فر کا منہ اس دن بگڑ جائے گا اس کی تیور چڑھ جائے گی اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے عرق بہنے لگے گا جو مثل روغن گندھک کے ہوگا۔ مجاہد فرماتے ہیں ہونٹ چڑھ جائیں گے اور چہرہ سمٹ جائے گا۔ حضرت سعیدؓ اور حضرت قتادہؓ کا قول ہے کہ بوجہ

گھبراہٹ اور ہولناکیوں کے صورت بگڑ جائے گی پیشانی تنگ ہو جائے گی۔

ابن زید فرماتے ہیں برائی اور سختی والا دن ہوگا لیکن سب سے واضح بہتر نہایت مناسب بالکل ٹھیک قول حضرت ابن عباس کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ قطریر کے لغوی معنی امام ابن جریر نے شدید کے کئے ہیں یعنی بہت سختی والا۔ ان کی اس نیک نیتی اور پاک عمل کی وجہ سے خدا نے انہیں اس دن کی برائی سے بال بال بچالیا اور اتنا ہی نہیں بلکہ انہیں بجائے ترش روئی کے خندہ پیشانی اور بجائے دل کی ہولناکی سے اطمینان و سرور قلب عطا فرمایا۔ خیال کیجئے کہ یہاں عبارت میں کس قدر بلیغ تجانس کا استعمال کیا گیا ہے اور جگہ ہے وُجُوہٌ یَوْمَئِذٍ مُّسْفَرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ اس دن بہت سے چہرے چمکے ہوں گے جو ہستے ہوئے اور خوشیاں مناتے ہوئے ہوں گے یہ ظاہر ہے کہ جب دل سرور ہوگا تو چہرہ کھلا ہوا ہوگا۔ حضرت کعب بن مالک کی لمبی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کو جب کبھی کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ چمکنے لگتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے۔ حضرت عائشہ کی لمبی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور میرے پاس آئے چہرہ خوشی سے منور ہو رہا تھا اور مکھڑے مبارک کی رگیں چمک رہی تھیں۔ پھر فرماتا ہے ان کے صبر کے اجر میں انہیں رہنے سہنے کو وسیع جنت پاک زندگی اور پسینے اوڑھنے کو ریشمی لباس ملا۔ ابن عساکر میں ہے کہ ابوسلیمان درانی کے سامنے اس سورت کی تلاوت ہوئی جب قاری نے اس آیت کو پڑھا تو آپ نے فرمایا انہوں نے دنیاوی خواہشوں کو چھوڑ کر کہا تھا پھر یہ اشعار پڑھے۔

کَمْ قَتِيلٍ لِّشَهْوَةٍ وَآسِیْرٍ اُفٍّ مِّنْ مُّشْتَهٰی خِلَافَ الْحَمِیْلَتِ
شَهَوْتُ الْاِنْسَانَ تُوْرَتْهُ الذَّلٰتِ وَتَلْقٰیهِ فِی الْبَلَاءِ الطَّوِیْلِ

افسوس شہوت نفس نے اور بھلائیوں کے خلاف برائیوں کی چاہت نے بہت سوں کا گلا گھونٹ دیا اور کئی ایک کو پابجولاں کر دیا انسانی خواہشیں ہی ہیں جو انسان کو بدترین ذلت و رسوائی اور بلا و مصیبت میں ڈال دیتی ہیں۔

مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا
زَمْهَرِيرًا ۚ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَذَلُّلًا ۝
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِيَةٍ مِّنْ فِصَّةٍ ۖ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۝

یہ وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے بیٹھیں گے نہ وہاں آفتاب کی گرمی دیکھیں نہ جاڑے کی سختی ○ ان جنتوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے پیوے دار گچھے نیچے لٹکائے ہوئے ہوں گے ○ اور ان پر چاندی کے برتنوں اور ان جاموں کا دور کرایا جائے گا جو شیشے کے ہوں گے ○

دامی خوشگوار موسم اور مسرتوں سے بھرپور زندگی ☆ ☆ (آیت: ۱۳-۱۶) اہل جنت کی نعمت راحت ان کے ملک و مال اور جاہ و منال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بہ آرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع اور مزین جزاؤں تختوں پر بے فکری سے تکیے لگائے سرور اور راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے ہوں گے سورۃ والصفات کی تفسیر میں اس کی پوری شرح گزر چکی ہے وہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اُنکا سے مراد لیٹنا ہے یا کہنیاں لگانا ہے یا چارزانو بیٹھنا ہے یا کمر لگا کر ٹیک لگانا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اُرَائِکَ چھپر کھنوں کو کہتے ہیں پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاؤں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گذریں بلکہ بہار کا سا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے گرمی سردی کے جھیلوں سے الگ ہیں جنتی درختوں کی شاخیں جھوم جھوم کر ان پر

سایہ کئے ہوئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے چاہے لیٹے لیٹے توڑ کھا لیں چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں چاہے کھڑے ہو کر لے لیں درختوں پر چڑھنے کی اور تکلیف کی کوئی حاجت نہیں سروں پر میوے دار گچھے اور لدے ہوئے لچھے لٹک رہے ہیں توڑا اور کھالیا اگر کھڑے ہیں تو میوے اتنے اونچے ہیں بیٹھے تو قدرے جھک گئے لیٹے تو اور قریب آ گئے نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ نہ دوری کی سردردی ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں ڈالیاں لولوز برجدار یا قوت کی ہیں ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں جن کے توڑنے میں کوئی دقت اور مشکل نہیں چاہو بیٹھے بیٹھے توڑ لو چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے۔ ایک طرف خوش خرام خوش دل خوبصورت باادب سلیقہ شعرا فرماںبردار خادم قسم قسم کے کھانے چاندی کی کشتیوں میں لگائے لئے کھڑے ہیں دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلورین جام لئے ساقیان مدوش اشارے کے منتظر ہیں یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے جنت کی تمام چیزوں کی یونہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلورین گلاسوں کی کوئی نظیر نہیں ملتی ہاں یہ یاد رہے کہ پہلے کے لفظ قَوَارِيرَ پر زبر تو اس لئے ہے کہ وہ کان کی خبر ہے اور دوسرے پر زبر یا تو بدلیت کی بنا پر ہے یا تمیزی کی بنا پر۔ پھر یہ جام اپنے تلے ہوئے ہیں ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں اور ان کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور پینے والوں کی حسب خواہش شراب طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے۔ ان نایاب گلاسوں میں جو پاک خوش ذائقہ اور سرور والی بے نشے کی شراب انہیں ملے گی وہ جنت کی نہر سلسبیل کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی اوپر گزر چکا ہے کہ نہر کافور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی تو مطلب یہ ہے کہ کبھی اس ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج پانی سے تاکہ اعتدال قائم رہے یہ ابراء لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقررین خالص اس نہر کا شربت پئیں گے۔

قَوَارِيرًا مِّنْ فَضَّةٍ قَدَرُوهَا تَقْدِيرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَاسًا
كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ
عَلَيْهِمْ وَلَدَانِ مُخَلَّدُونَ ۝ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنشُورًا ۝ وَإِذَا
رَأَيْتَ ثُمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ۝ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٍ
نُحُورًا ۝ وَاسْتَبْرَقٌ ۝ وَحُلُوعًا ۝ آسَاور مِّنْ فَضَّةٍ ۝ وَسَقَمَهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا
طَهُورًا ۝ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً ۝ وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا ۝

شیشے بھی چاندی کے جن کو ساقی نے اندازے سے ناپ رکھا ہے ○ اور انہیں وہاں جام پلائے جائیں گے جن کی مولوی زنجبیلیکی ہوگی ○ جو جنت کی ایک نہر ہے جس کا نام سلسبیل ہے ○ اور ان کے ارد گرد گھومتے پھرتے ہیں وہ کم سن بچے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے تو سمجھو کہ وہ بکھڑے ہوئے سچے موتی ہیں ○ تو وہاں یہاں کہیں بھی نظر ڈالو سراسر نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی دیکھو گا ○ ان کے جسموں پر ہنرمیں اور مونے ریشمی کپڑے ہوں گے ○ اور انہیں چاندی کے کٹکن کا زیور پہنایا جائے گا ○ اور انہیں ان کا رب پاک صاف شراب پلائے گا ○ یہ ہے تمہارے اعمال کا بدلہ اور تمہاری

(آیت: ۱۷-۲۲) سلسیل بقول عمرہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی سے لہرایا چال رہا ہے اس کا پانی بڑا ہلکا نہایت شیریں خوش ذائقہ اور خوش بو ہے جو آسانی سے پیاجائے اور سہتا پچتا رہے۔ ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نوخیز کم عمر لڑکے ان کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں گے یہ غلام جنتی جس سن و سال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے، یہ نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے بہ تعداد کثیر ادھر ادھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑے بھاگے مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا گویا سفید آب دار موتی ادھر ادھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں۔ حقیقت میں اس سے زیادہ سچی تشبیہ ان کے لئے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف جی ہوئی پوشاکیں پہنے زیور میں لدے اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے ادھر ادھر پھرتے ایسے بھلے معلوم ہوں گے جیسے سچائے پر تکلف فرش پر سفید چمکیلے سچے موتی ادھر ادھر لڑھک رہے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر ہر جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگ رہے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت ہی سلطنت نظر آئے گی، تم دیکھو گے کہ راحت و سرور نعمت و نور سے چپہ چپہ معمور ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم میں سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تبارک و تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو شل دنیا کے ہے بلکہ اس سے بھی دس حصے زیادہ دیا، اور حضرت ابن عمر کی روایت سے وہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت و ملک دو ہزار سال تک ہوگا ہر قریب و بعید کی چیز پر اس کی بہ یک نظر بے ساس نگاہیں ہوں گی، یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اعلیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی (اے خدا اے بغیر ہماری دعا و عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے ہم بہ عاجزی و الحاح تیری پاک جناب میں عرض گزار ہیں کہ تو ہماری لچائی ہوئی طبیعت کے ارا مانوں کو پورا کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس نصیب فرما۔ گو ایسے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے کہ تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں آئین۔ مترجم)

طبرانی کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں وارد ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت میں حاضر ہوا آپ نے اسے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھ ہو پوچھ لو اس نے کہا یا رسول اللہ صورت شکل میں رنگ روپ میں نبوۃ و رسالت میں آپ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے اب یہ تو فرمائیے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہو سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا کہ ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اس کے لئے خدا کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہے اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہ ہم کیسے ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا سنو ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو خدا کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے اس وقت یہ سورت مُلْكًا كَبِيرًا تک اتری تو اسی حبشی نے کہا کہ اے حضور جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں گی کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں، بس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اسے دفن کیا رضی اللہ عنہ۔ پھر اہل جنت کے لباس کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ ہنر ہے رنگ کا مہین اور چمکدار ریشم ہوگا سندس اعلیٰ درجہ کا خالص نرم ریشم جو بدن سے لگا: واہوگا اور استبرق عمدہ بیش بہا گراں قدر ریشم جس میں چمک دمک ہوگی جو اوپر پہنایا جائے گا ساتھ ہی چاندی کے نگن ہاتھوں میں ہوں گے یہ لباس ابرار کا ہے۔ اور مقررین خاص کے بارے میں اور جگہ ارشاد ہے یَحْلُوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَّهَبٍ وَلَوْْلُؤًا وَاُوَلْبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ انہیں سونے کے نگن ہیرے جڑے پہنائے جائیں گے اور خالص نرم صاف ریشمی لباس ہوگا۔ ان ظاہری جسمانی استعمالی نعمتوں کے ساتھ ہی انہیں پر کیف بالذات سرور والی پاک اور پاک کرنے والی شراب پلائے جائے گی جو تمام ظاہری باطنی برائی دور کر دے حسد کینہ بدخلی غصہ وغیرہ سب دور کر دے۔ جیسے امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب اہل جنت جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو انہیں دو نہریں نظر آئیں گی اور انہیں از خود خیال پیدا ہوگا ایک کا وہ پانی پیئیں گے تو ان کے دلوں میں جو کچھ تھا سب دور ہو جائے گا دوسری میں غسل کریں گے جس سے چہرے تر و تازہ ہشاش بشاش ہو جائیں گے ظاہری اور باطنی خوبی دونوں انہیں بدرجہ کمال حاصل ہوں گی جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ پھر ان سے ان کے دل خوش کرنے اور ان کی خوشی دوبالا کرنے کو بار بار کہا جائے گا کہ تمہارے نیک اعمال کا بدلہ دو تمہاری بھلی کوشش کی قدردانی ہے جیسے اور جگہ ہے کُلُوْا وَاَشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ دُنیا میں جو اعمال تم نے کئے ان کی نیک جزا میں آج تم خوب سہتا پچتا بہ آرام و اطمینان کھاتے پیتے رہو اور فرمان ہے وَنُودُوْا اَنْ تَلْكُمُ الْجَنَّةُ اَوْ تَنْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یعنی منادی کئے جائیں گے کہ ان جنتوں کا وارث تمہیں تمہاری نیک کرداریوں کی بنا پر بنایا گیا ہے یہاں بھی فرمایا ہے تمہاری سعی مشکور ہے تھوڑے عمل پر بہت اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان میں سے کرے آمین۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ
وَلَا تَطْعَمْ مِنْهُمْ اِثْمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاٰصِيْلًا ۝
وَمِنَ اللَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِيْلًا ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا يُحِبُّوْنَ
الْعَٰجِلَةَ وِیَذُرُوْنَ وَّرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِيْلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا
اَسْرَهُمْ ۝ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ۝ اِنْ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ
اَتَّخِذْ اِلٰی رَبِّهِ سَبِيْلًا ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ۝ اِنْ اللّٰهَ
كَانَ عَلِیْمًا حَكِيْمًا ۝ یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِی رَحْمَتِهِ وَالظَّٰلِمِیْنَ
اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝

تحقیق ہم نے تجھ پر بتدریج قرآن نازل کیا ○ پس تو اپنے رب کے حکم پر قائم رہ اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کا کہنا نہ مان ○ اور اپنے رب کے نام کا صحیح شام ذکر کیا کر ○ اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر ○ بیشک یہ لوگ دنیا کو چاہتے ہیں اور اپنے پیچھے ایک بڑے بھاری دن کو چھوڑ دیتے ہیں ○ ہم نے انہیں پیدا کیا اور ہمیں نے ان کے بندھن مضبوط کئے اور ہم جب چاہیں ان کے عوض ان جیسے اور لوگوں کو بدل لائیں ○

یقیناً یہ تو ایک نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی راہ لے لے اور تم نہ چاہو گے مگر یہ کہ اللہ چاہے بیشک اللہ تعالیٰ دانا اور با حکمت ہے ○ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے اور دردناک عذاب کی تیاری تو صرف گنہگاروں کے لئے ہے ○

اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا باہم عہد و معاملات: ☆ ☆ (آیت ۲۳-۳۱) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر اپنا خاص کرم جو کیا ہے اسے یاد دلانا ہے کہ ہم نے تجھ پر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے یہ قرآن کریم نازل فرمایا اب اس اکرام کے مقابلہ میں تمہیں بھی چاہئے کہ میری راہ میں صبر سہار سے کام لو میری قضا و قدر پر صابر باشا کر رہو دیکھو تو سہی کہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں۔ ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا گویہ تبلیغ سے روکیں لیکن تم نہ رکنا بلا و درو رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت و عطف نصیحت ارشاد و تلقین سے غرض رکھو میری ذات پر بھروسہ رکھو میں تمہیں لوگوں کی ایذا سے بچاؤں گا تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں۔ فاجر کہتے ہیں بد اعمال عاصی کو اور کفور کہتے ہیں دل کے منکر کو دن کے اول آخر کے حصے میں رب کا نام چپا کر ڈراتوں کو تہجد کی نماز پڑھو اور دیر تک خدا کی تسبیح کرو جیسے اور جگہ فرمایا وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ رات کو تہجد پڑھو عنقریب تمہیں تمہارا رب مقام محمود میں پہنچائے گا۔ سورہ مزمل کے شروع میں فرمایا اے لحاف اوڑھنے والے رات کا قیام کیا کر مگر تھوڑی رات آدھی یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو تریل سے پڑھ۔ پھر کفار کو روکتا ہے کہ جب دنیا میں پھنس کر آخرت کو ترک نہ کرو وہ بڑا بھاری دن ہے اس فانی دنیا کے پیچھے پڑ کر اس خوفناک دن کی دشواریوں سے غافل ہو جانا عظمندی کا کام نہیں۔ پھر فرماتا ہے سب کے خالق ہم ہیں اور سب کی مضبوط پیدائش اور قوی قوتی ہم نے ہی بنائے ہیں اور ہم بالکل ہی قادر ہیں کہ قیامت کے دن انہیں بدل کرنی پیدائش میں پیدا کر دیں یہاں ابتداء آفرینش کو اعادہ کی دلیل بنایا ہے۔ اور اس آیت کا یہ مطلب بھی ہے کہ اگر ہم چاہیں اور جب چاہیں ہمیں قدرت حاصل ہے کہ انہیں فنا کر دیں مٹا دیں اور ان جیسے دوسرے انسانوں کو ان کے قائم مقام کر دیں۔ جیسے اور جگہ ہے اِنْ يَّشَآءُ يُدْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اِگر خدا چاہے تو اے لوگو تم سب کو برباد کر دے اور دوسرے لائے اللہ تعالیٰ اس پر ہر آن قادر ہے اور جگہ فرمایا اگر چاہے تمہیں فنا کر دے اور نئی مخلوق لائے خدا پر یہ گراں نہیں۔

پھر فرماتا ہے یہ سورت سراسر عبرت و نصیحت ہے جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کر کے خدا سے ملنے کی راہ پر چلنے لگ جائے جیسے اور جگہ فرمان ہے وَمَا ذَا عَلَيْنٰهُمْ اِنْ پُرْكِيَا بوجھ پڑ جاتا اگر یہ خدا کو قیامت کو مان لیتے۔ پھر فرمایا بات یہ ہے کہ جب تک خدا نہ چاہے تمہیں ہدایت کی چاہت ہی نہ ہوگی اللہ علیم و حکیم ہے مستحقین ہدایت کو وہ ہدایت کی راہیں آسان کر دیتا ہے اور ہدایت کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور جو اپنے تئیں مستحق ضلالت بنا لیتا ہے اسے وہ ہدایت سے ہٹا دیتا ہے ہر کام میں اس کی حکمت بالغہ اور جنت نامہ ہے۔ جسے چاہے اپنی رحمت تلے لے لے اور راہ راست پر کھڑا کر دے اور جسے چاہے بے راہ چلنے دے اور راہ راست نہ سمجھائے اس کی ہدایت نہ تو کوئی کھوسکے نہ اس کی گمراہی کو کوئی راستی سے بدل سکے اس کے عذاب ظالموں اور نا انصافیوں سے ہی مخصوص ہیں۔

الحمد لله سورۃٴ انسان کی تفسیر بھی ختم ہوئی اللہ کا شکر ہے۔

تفسیر سورۃٴ المرسلات

(تفسیر سورۃٴ المرسلات) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم منی کے غار میں تھے جب یہ سورت اتری حضورؐ اس کی تلاوت کر رہے تھے اور میں آپ سے سن کر یاد کر رہا تھا کہ ناگہاں ایک سانپ ہم پر کودا حضورؐ نے فرمایا اسے مارو ہم گوجھنے لگے لیکن وہ نکل گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری سزا اسے وہ بیچ گیا جیسے تم اس کی برائی سے محفوظ رہے (بخاری مسلم) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو مغرب کی نماز میں اس سورت کی

قرأت کرتے ہوئے سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سورت کو پڑھتے ہوئے سن کر مائی صاحبہ نے فرمایا پیارے بچے آج تو تم نے یاد دلادیا میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھے ہوئے آخری مرتبہ سنا ہے (بخاری و مسلم و مسند احمد)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا ۝ فَالْعَصْفِ عَصْفًا ۝ وَالنَّشْرِ نَشْرًا ۝
فَالْفُرْقَاتِ فَرَقًا ۝ فَالْمُلْقَاتِ ذِكْرًا ۝ عُذْرًا أَوْ نَذْرًا ۝ إِنَّمَا
تُوْعَدُونَ لَوَاقِعٍ ۝ فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ۝ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۝
وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِيتَتْ ۝ لَا يَوْمَ أُجِّلَتْ ۝
لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ لِّلْمُكْذِبِينَ ۝

معانی دینے والے رحم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

دل خوش کن ہواؤں کی قسم ○ پھر زور سے جھونکا دینے والیوں کی قسم ○ پھر ابر کو ابھار کر پرانگندہ کرنے والیوں کی قسم ○ پھر حق و باطل کو جدا جدا کر دینے والے ○ اور وحی لانے والے فرشتوں کی قسم ○ جو الزام اتارتے یا آگاہ کر دینے کو ہوتی ہے ○ کہ تم جس چیز کا وعدہ دیتے جاتے ہو وہ یقیناً ہونے والی ہے ○ پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں ○ اور جب آسمان توڑ پھوڑ دیا جائے ○ اور جب پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اڑائے جائیں ○ اور جب رسولوں کو وقت مقررہ پر لایا جائے گا ○ اس دن کے لئے (انہیں) ٹھہرایا گیا ہے ○ فیصلے کے دن کے لئے اور تجھے کیا معلوم ○ فیصلے کا دن کیا ہے ○ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے ○

فرشتوں اور ہواؤں کی اقسام: ☆ ☆ (آیت: ۱-۱۵) بعض بزرگ صحابہ تابعین وغیرہ سے تو مروی ہے کہ مذکورہ بالا قسمیں ان اوصاف والے فرشتوں کی کھائی ہیں بعض کہتے ہیں پہلے کی چار قسمیں تو ہواؤں کی ہیں اور پانچویں قسم فرشتوں کی ہے، بعض نے توقف کیا ہے کہ وَالْمُرْسَلَاتِ سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا ہوائیں ہیں ہاں وَالْعَاصِفَاتِ میں کہا ہے کہ اس سے مراد تو ہوائیں ہی ہیں، بعض عاصفات میں یہ فرماتے ہیں اور ناشرات میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے، یہ بھی مروی ہے کہ ناشرات سے مراد بارش ہے بہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرسلات سے مراد ہوائیں ہیں۔ جیسے اور جگہ فرمان باری ہے وَارْسَلْنَا الرِّيَّاحَ لَوَاقِحَ ۝ یعنی ہم نے ہوائیں چلائیں جو ابر کو بوجھل کرنے والیاں ہیں، اور جگہ ہے يُرْسِلُ الرِّيَّاحَ بُشْرًا ۝ اپنی رحمت سے بیشتر اس کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں وہ چلاتا ہے۔ عاصفات سے بھی مراد ہوائیں ہیں وہ نرم ہلکی اور بھینی بھینی ہوائیں تھیں یہ ذراتیز جھونکوں والی اور آواز والی ہوائیں ہیں ناشرات سے مراد بھی ہوائیں ہیں جو بادلوں کو آسمان میں ہر چار سو پھیلا دیتی ہیں اور جدھر خدا کا حکم ہوتا ہے انہیں لے جاتی ہیں فَارِقَاتِ اور مُلْقَاتِ سے مراد البتہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسولوں پر وحی لے کر آتے ہیں جس سے حق و باطل حلال و حرام میں ضلالت و ہدایت میں امتیاز اور فرق ہو جاتا ہے تاکہ لوگوں کے عذر ختم ہو جائیں اور منکرین کو تنبیہ ہو جائے۔

ان قسموں کے بعد فرمان ہے کہ جس قیامت کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جس دن تم سب کے سب اول آخروا لے اپنی اپنی قبروں سے

دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اور اپنے کثرت کا پھل پاؤ گے نیکی کی جزا اور بدی کی سزا صورت پھونک دیا جائے گا اور ایک چٹیل میدان میں تم سب جمع کر دیئے جاؤ گے یہ وعدہ یقیناً حق ہے اور ہو کر رہنے والا اور لازمی طور پر آنے والا ہے اس دن ستاروں کا نور اور ان کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی۔ جیسے فرمایا: **وَإِذَا الْكُوكِبُ انْتَثَرَتْ** ستارے بے نور ہو کر جھڑ جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے یہاں تک کہ نام نشان بھی باقی نہ رہے گا جیسے اور جگہ ہے: **وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ** اور فرمایا: **يَوْمَ نُسَبِّحُ الْجِبَالَ** یعنی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائیں گے اور اس دن وہ چلنے لگیں گے بالکل نام و نشان مٹ جائے گا اور زمین ہموار بغیر اونچ نیچ کی رہ جائے گی اور رسولوں کو جمع کیا جائے گا اس وقت مقررہ پر انہیں لایا جائے گا۔ جیسے اور جگہ ہے: **يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ** اس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا اور ان بے شہادتیں لے گا۔ جیسے اور جگہ ہے: **وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ** زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی نامہ اعمال دے دیئے جائیں گے نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کئے جائیں گے اور کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ ان رسولوں کو ٹھہرایا گیا تھا اس لئے کہ قیامت کے دن فیصلے ہوں گے جیسے فرمایا: **فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخَلِّفًا وَعَدِهِ** رُسُلُہُ الخ یہ خیال نہ کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ بڑے غلبہ والا اور انتقام والا ہے جس دن یہ زمین بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ وحدہ قہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے اسی کو یہاں فیصلے کا دن کہا گیا پھر اس دن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا میرے معلوم کرائے بغیر اے نبی تم بھی اس دن کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے اس دن ان جھٹلانے والوں کی سخت خرابی ہے۔ ایک غیر صحیح حدیث میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ وہیل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔

أَلَمْ تَهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ۖ ثُمَّ نُسَبِّحُهُمُ الْآخِرِينَ ۖ كَذَلِكَ نَفْعَلُ
بِالْمُجْرِمِينَ ۖ وَيَلْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ
مَّهِينٍ ۖ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۖ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۖ فَقَدَرْنَا
فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ ۖ وَيَلْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ
كِفَاتًا ۖ أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا ۖ وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شِمَخَاتٍ
وَأَسْقَيْنَاكُمْ مَّاءً فَرَاتًا ۖ وَيَلْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ

کیا ہم نے انہوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر ہم ان کے بعد پچھلوں کو لائے ہم کبھی ان کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں ○ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے وہیل ہے ○ کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے مضبوط و محفوظ جگہ میں رکھا ○ ایک مقررہ وقت تک ○ پھر ہم نے اندازہ کیا اور ہم کتنا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ○ اس دن تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے ○ کیا ہم نے زمین کو سینے والی نہیں بنائی؟ ○ زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی ○ اور ہم نے اس میں بلند و بھاری پہاڑ بنادئے اور تمہیں سیراب کرنے والا پانی پلا دیا ○ اس روز جھوٹ جاننے والے پروائے اور افسوس ہے ○

حسرت و افسوس کا وقت آنے سے پہلے: ☆☆ (آیت: ۱۶-۲۸) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم سے پہلے بھی جن لوگوں نے میرے رسولوں کی رسالت کو جھٹلایا میں نے انہیں تہس نہس کر دیا پھر ان کے بعد اور آئے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ہم نے بھی انہیں اسی طرح غارت کر دیا ہم مجرموں کی غفلت کا یہی بدلہ دیتے چلے آئے ہیں۔ اس دن ان جھٹلانے والوں کی درگت ہوگی پھر اپنی مخلوق کو اپنا احسان یاد دلاتا ہے

اور منکرین قیامت کے سامنے دلیل پیش کرتا ہے کہ ہم نے اسے حقیر اور ذلیل قطرے سے پیدا کیا جو خالق کائنات کی قدرت کے سامنے ناچیز محض تھا، جیسے سورۃ یس کی تفسیر میں گذر چکا کہ اے ابن آدم بھلا تو مجھے کیا عاجز کر سکے گا میں نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر اس قطرے کو ہم نے رحم میں جمع کیا جو اس پانی کے جمع ہونے کی جگہ ہے اسے بڑھاتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے مدت مقررہ تک وہیں رہا یعنی چھ مہینے یا نو مہینے ہمارے اس اندازے کو دیکھو کہ کس قدر صحیح اور بہترین ہے پھر بھی اگر تم اس آنے والے دن کو نہ مانو تو یقین جانو کہ تمہیں قیامت کے دن بڑی حسرت اور سخت افسوس ہوگا۔ پھر فرمایا کیا ہم نے زمین کو یہ خدمت سپرد نہیں کی؟ کہ وہ تمہیں زندگی میں بھی اپنی پیٹھ پر چلاتی رہے اور موت کے بعد بھی تمہیں اپنے پیٹ میں چھپا رکھے، پھر زمین کے نہ ملنے جلنے کے لئے ہم نے مضبوط وزنی بلند پہاڑ اس میں گاڑ دیئے اور بادلوں سے برستا ہوا اور چشموں سے رستا ہوا ہلکا زدہ ہضم خوش گوار پانی ہم نے تمہیں پلایا، ان نعمتوں کے باوجود بھی اگر تم میری باتوں کو جھٹلاتے ہی رہے تو یاد رکھو وہ وقت آ رہا ہے جب حسرت و افسوس کرو اور کچھ کام نہ آئے۔

انْطَلِقُوا إِلَى مَا كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٩﴾ انْطَلِقُوا إِلَى ظِلِّ ذِي
ثُلُثِ شَعْبٍ ﴿٣٠﴾ لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ الْهَبِ ﴿٣١﴾ إِنَّهَا تَرْمِي
بِشَرٍّ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمْلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ لِّيَوْمٍ ذِي لُؤْلُؤٍ ﴿٣٤﴾
هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ
لِّيَوْمٍ ذِي لُؤْلُؤٍ ﴿٣٧﴾ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأُولَىٰ ﴿٣٨﴾
فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ لِّيَوْمٍ ذِي لُؤْلُؤٍ ﴿٤٠﴾

اس دوزخ کی طرف جاؤ جسے تم جھٹلاتے رہے تھے ○ چلو تین شاخوں والے سائے کی طرف ○ جو دراصل نہ سایہ دینے والا ہے اور نہ شعلے سے بچا سکتا ہے ○ یقیناً دوزخ چنگاریاں پھیلتی ہے جو شعلہ قلعہ کے ہیں ○ گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں ○ آج ان جھوٹ جاننے والوں کو درگت ہے ○ آج کا دن وہ دن ہے کہ یہ بول بھی نہ سکیں گے ○ نہ انہیں عذر معذرت کی اجازت دی جائے گی ○ آج جھوٹا جاننے والوں کو خرابی ہے ○ یہ ہے فیصلہ کا دن ہم نے تمہیں اور انگوں کو سب کو جمع کر لیا ہے ○ پس اگر تم مجھ سے کوئی چال چل سکتے ہو تو چل لو ○ وائے ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ○

جہنم کے شعلے سیاہ اونٹوں اور دھبے تانبے کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے: ☆ ☆ (آیت: ۲۹-۴۰) جو کفار قیامت کے دن کو اور جزا سزا کو جنت دوزخ کو جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ لو جسے سچا نہ مانتے تھے وہ سزا اور وہ دوزخ یہ موجود ہے اس میں جاؤ اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اونچے ہو ہو کر ان میں تین تین پھانسیں کھل جاتی ہیں تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے اور سایہ معلوم ہوتا ہے لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے نہ آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے۔ یہ جہنم اتنی تیز تندخت اور بہ کثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جواڑتی ہیں وہ بھی مثل قلعہ کے اور تناور درخت کے مضبوط لمبے چوڑے تنے کے ہیں دیکھنے والے کو یہ چٹا ہے کہ گویا وہ سیاہ رنگ اونٹ ہیں یا کشتیوں کے رے ہیں یا تانبے کے ٹکڑے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم جاڑے کے موسم میں تین تین ہاتھ کی یا کچھ زیادہ لمبی لکڑیاں لے کر انہیں بلند کر لیتے اسے ہم قصر کہا کرتے تھے۔ کشتی کی رسیاں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو خاصی اونچی قد آدم کے برابر ہو جاتی ہیں اسی کو یہاں مراد لیا گیا ہے۔ ان جھٹلانے والوں پر حسرت و افسوس

ہے آج نہ یہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر و معذرت کرنے کی اجازت ملے گی کیونکہ ان پر حجت قائم ہو چکی اور ظالموں پر خدا کی بات ثابت ہو گئی اب انہیں بولنے کی اجازت نہیں یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں ان کا بولنا مکرتا چھپانا عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے تو مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے سے پہلے عذر و معذرت وغیرہ پیش کریں گے جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں پیش ہو جائیں گی تو اب بول چال عذر و معذرت ختم ہو جائے گی غرض میدان حشر کے مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف حالتیں ہیں کسی وقت یہ کسی وقت وہ اسی لئے یہاں ہر کلام کے خاتمہ پر جھٹلانے والوں کی خرابی کی خبر دے دی جاتی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ فیصلے کا دن ہے اگلے پچھلے سب یہاں جمع ہیں اگر تم کسی چالاکی اور مکاری سے ہوشیاری اور فریب دہی سے میرے قبضے سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ پوری کوشش کر لو۔ خیال فرمائیے کہ کس قدر دل ہلا دینے والا فقرہ ہے پروردگار عالم خود قیامت کے دن ان منکروں سے فرمائے گا کہ اب خاموش کیوں ہو؟ وہ چلت پھرت چالاکی اور بے باکی کیا ہوئی؟ دیکھو میں نے تم سب کو ایک میدان میں حسب وعدہ جمع کر دیا آج اگر کسی حکمت سے مجھ سے چھوٹ سکتے ہو تو کمی نہ کرو۔ جیسے اور جگہ ہے یَا مُعْشَرُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَعْنِي اے جن و انس کے گروہ اگر تم آسمان و زمین کے کناروں سے باہر چلے جانے کی طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر اتنا سمجھ لو کہ بغیر قوت کے تم باہر نہیں جا سکتے اور وہ تم میں نہیں۔

اور جگہ ہے وَلَا تَصْرُوهِنَّ شَيْئًا یعنی تم خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ حدیث شریف میں ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو نہ تو تمہیں مجھے نفع پہنچانے کا اختیار ہے نہ نقصان پہنچانے کا نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو نہ میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو۔ حضرت ابو عبد اللہ جدائی فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس گیا دیکھا کہ وہاں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں میں بھی بیٹھ گیا تو میں نے سنا کہ حضرت عبادہ فرماتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک چٹیل صاف میدان میں جمع کرے گا آواز دینے والا آواز دے کر سب کو ہوشیار کر دے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کا دن فیصلوں کا دن ہے تم سب اگلے پچھلوں کو میں نے جمع کر دیا ہے اب میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ کوئی دعا فریب مکر حیلہ کر سکتے ہو تو کر لو سنو متکبر سرکش منکر اور جھٹلانے والا آج میری پکڑ سے بچ نہیں سکتا اور نہ کوئی نافرمان شیطان میرے عذابوں سے نجات پاسکتا ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لو ایک حدیث میں بھی سنا دوں اس دن جہنم اپنی گردن دراز کر کے لوگوں کے بیچوں بیچ پہنچا کر بے آواز بلند کہے گی اے لوگو تین قسم کے لوگوں کو ابھی ہی پکڑ لینے کا مجھے حکم مل چکا ہے میں انہیں خوب پہچانتی ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی بھائی اپنے بھائی کو اتنا نہ جانتا ہوگا جتنا میں انہیں پہچانتی ہوں آج نہ تو وہ مجھ سے کہیں چھپ سکتے ہیں نہ کوئی انہیں چھپا سکتا ہے۔ ایک تو وہ جس نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو دوسرے وہ جو منکر اور متکبر ہو اور تیسرے وہ جو نافرمان شیطان ہو پھر وہ مڑ مڑ کر چن چن کر ان اوصاف کے لوگوں کو میدان حشر میں چھانت لے گی اور ایک ایک کو پکڑ کر نکل جائے گی اور حساب سے چالیس سال پہلے ہی یہ جہنم واصل ہو جائیں گے۔ (اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے)۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۖ وَفَوَاحِهِ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۖ كَلُوا
وَأَشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۖ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۖ هَوِيلٌ
يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ كَلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا ۖ إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ ۖ هَوِيلٌ
يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۖ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ازْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۖ هَوِيلٌ يَوْمَئِذٍ

لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۰﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۱﴾

بے شک پرہیزگار لوگ سایوں میں ہیں اور بے چشموں میں ○ اور ان میوؤں میں جن کی وہ خواہش کریں ○ کھاؤ پیو سہتا پچتا اپنے کئے ہوئے اعمال کے بدلے ○ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ○ اس دن سچانے جانے والوں کے لئے ویل ہے ○ (اے جھٹلانے والو تم دنیا میں) تھوڑا سا کھالو برت لو بیشک تم گنہگار ہو ○ قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لئے سخت ہلاکت ہے ○ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ روک کر لو تو نہیں کرتے ○ اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے ○ اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے ○

دنیا اور آخرت کے فائدوں کا موازنہ: ☆ ☆ (آیت: ۴۱-۵۰) اوپر چونکہ بدکاریوں کی سزاؤں کا بیان ہوا تھا یہاں نیک کاریوں کی جزا کا بیان ہو رہا ہے کہ جو لوگ متقی پرہیزگار تھے خدا کے عبادت گزار تھے فرائض اور واجبات کے پابند تھے - خدا کی نافرمانیوں سے حرام کاریوں سے بچتے تھے وہ قیامت کے دن جنتوں میں ہوں گے جہاں قسم قسم کی نہریں چل رہی ہیں - گنہگار سیاہ بدبودار دھوئیں میں گھرے ہوئے ہوں گے - اور یہ نیک کردار جنتوں کے گھنے ٹھنڈے اور پر کیف سایوں میں بہ آرام تمام لیٹے بیٹھے ہوں گے - سامنے صاف شفاف چشمے اپنی پوری پوری روانی سے جاری ہیں - قسم قسم کے پھل میوے اور ترکاریاں موجود ہیں جسے جب جی چاہے کھائیں نہ روک ٹوک ہے نہ کمی اور نقصان کا اندیشہ ہے نہ فنا ہونے اور ختم ہونے کا خطرہ ہے پھر حوصلہ بڑھانے اور دل میں خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے خدائے تعالیٰ کی طرف سے بار بار فرمایا جاتا ہے کہ اے میرے پیارے بندو تم یہ خوشی اور با فراغت سہتا پچتا خوب کھاؤ پیو ہم ہر نیک کار پرہیزگار مخلص انسان کو اسی طرح بھلا بدلہ اور نیک جزا دیتے ہیں - ہاں جھٹلانے والوں کی تو آج بڑی خرابی ہے - ان جھٹلانے والوں کو دھکایا جاتا ہے کہ اچھا دنیا میں تو تم کچھ کھاپی لو برت برتا لو فائدے اٹھا لو غنیرب یہ نعمتیں بھی فنا ہو جائیں گی اور تم بھی موت کے گھاٹ اترو گے - پھر تمہارا نتیجہ جہنم ہی ہے جس کا ذکر اوپر گذر چکا - تمہاری بد اعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی سزا ہمارے پاس تیار ہے کوئی مجرم ہماری نگاہ سے باہر نہیں قیامت کو ہمارے نبی کو ہماری وحی کو نہ ماننے والا اسے جھوٹا جاننے والا قیامت کے دن سخت نقصان میں اور پورے خسارے میں ہوگا - اس کی سخت خرابی ہوگی - جیسے اور جگہ ارشاد ہے نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ دنیا میں ہم انہیں تھوڑا سا فائدہ پہنچا دیں گے پھر تو ہم انہیں سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے اور جگہ فرمان ہے قُلْ إِنَّ الدِّينَ يَفْتَرُونُ عَلَىٰ اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلَحُونَ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنْفِثُهُمْ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ یعنی خدائے تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے - دنیا میں یونہی سا فائدہ اٹھالیں پھر ان کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے ہم انہیں ان کے کفر کی سزا میں سخت تر عذاب چکھائیں گے -

پھر فرمایا کہ ان نادان منکروں کو جب کہا جاتا ہے کہ آؤ خدا کے سامنے جھک کر تو لو جماعت کے ساتھ نماز تو ادا کر لو تو ان سے یہ بھی نہیں ہو سکتا اس سے بھی جی چراتے ہیں بلکہ اسے فخارت سے دیکھتے ہیں اور تکبر کے ساتھ انکار کر دیتے ہیں - ان کے لئے جو جھٹلانے میں عمریں گزار دیتے ہیں قیامت کے دن بڑی مصیبت ہوگی - پھر فرمایا جب یہ لوگ اس پاک کلام مجید پر بھی ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام کو مانیں گے؟ جیسے اور جگہ ہے فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَتِهِ يُؤْمِنُونَ یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اس کی آیتوں پر جب یہ ایمان نہ لائے تو اب کس بات پر ایمان لائیں گے؟ ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے اسے اس کے جواب میں اَمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِمَا اُنْزِلَ کہنا چاہئے - یعنی میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لایا - یہ حدیث سورہ قیامت کی تفسیر میں بھی گذر چکی ہے سورہ والمرسلات کی تفسیر ختم ہوئی -

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ انیسویں پارے کی تفسیر بھی پوری ہوئی - یہ محض اسی کا فضل و کرم اور لطف و رحم ہے - فالحمد للہ -